- ہے کوئی رحمت و بخشش کا طلب گار؟
- یوم چہار شنبہ کے فضائل و معمولات
- شب برأت! بخشش و مغفرت کا ایک سنہرا موقع
- مفید المفتی معروف بہ فقہ اسلامی! ایک انکشاف
- علم الانساب اور سادات کرام
- غیر مقلدین تاریخ کے آئینے میں
- امام احمد رضا اور حسن اخلاق

چیف ایڈیٹر
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

ایڈیٹر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی،
مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شعبان المعظم ۱۴۳۹ھ / مئی ۲۰۱۸ء MAY 2018

زیرِ سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں
قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مُدیرِ اعلیٰ:
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مُدیر:
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار:
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
معین اختر رضوی، کمپیوٹریکشن جے آر ایم ہیڈ آفس

جلد نمبر ۳ Vol. 3

شمارہ نمبر ۵ Issue 5

نوٹ:
رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

ھدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دینا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زرِ سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زرِ سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

سالانہ ۲۵۰/روپیے سادہ ڈاک سے	فی شمارہ ۲۰ روپیے	سالانہ ۵۰۰/روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰/روپیے		دیگر ممالک ۳۵/امریکی ڈالر

رابطہ کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنی دُنیا، ۸۲/سوداگران، بریلی شریف، یوپی Cont. Add

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453 :فون
E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

ارشاد نبوی

ایک بار حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم سفر کا ارادہ کرتے ہو تو اس کے لئے کچھ سامان تیار کرتے ہو؟ عرض کی ہاں یارسول اللہ! حضور نے فرمایا: پھر راہ قیامت کا سفر بے سروسامان کیسے ہوگا؟ اے ابوذر! کیا میں تجھے وہ بات نہ بتادوں جو اس دن تیرے کام آئے؟ عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ قربان ہوں، ارشاد فرمائیے، حضور نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن کی شدت وحرارت کے لئے ایک دن روزہ رکھ اور شب کی تاریکی میں قبر کی وحشت کے لئے دو رکعت نماز ادا کر اور بڑے امور کے لئے حج کر اور کسی مسکین کو کچھ صدقہ دے یا کوئی حق کہہ دے یا کسی بری بات سے سکوت کر۔

[احیاء العلوم، جلد اول، ص ۶۷۳]

معراج کا دولہا

(از: علامہ سید اولاد رسول قدسی

کونین کا سلطان ہے معراج کا دولہا
اللہ کا مہمان ہے معراج کا دولہا

پلکوں کو بچھائے رہا جو بہر زیارت
اس عرش کا ارمان ہے معراج کا دولہا

سدرہ سے بھی آگے جو گیا چشم زدن میں
وہ صاحب قرآن ہے معراج کا دولہا

شاہد ہے راء الحق کا ہر اک حرف ضیابار
ہاں مظہر رحمان ہے معراج کا دولہا

دیدار خداوند جہاں سے ہوا سرشار
توحید کا عنوان ہے معراج کا دولہا

قدموں پہ ہوئیں جب کہ سبھی رفعتیں قرباں
وہ ''کن'' کا دل و جان ہے معراج کا دولہا

پروانہ لئے آیا وہ بخشش کا خدا سے
امت کا نگہبان ہے معراج کا دولہا

جب اس کی نظر سے نہ چھپا سب سے بڑا غیب
کس شئے سے پھر انجان ہے معراج کا دولہا

آیات اسے رب نے دکھائیں شب اسرا
سرمایۂ ایقان ہے معراج کا دولہا

سوغات نمازوں کی وہ لایا خدا سے
گنجینۂ فیضان ہے معراج کا دولہا

نبیوں نے کہا مرحبا محبوب خدا کو
اقدار کی پہچان ہے معراج کا دولہا

حوریں ہوں کہ غلماں ہوں سب نے دی سلامی
تکریم کا اعلان ہے معراج کا دولہا

ہر سو ہیں فرشتوں کی قطاروں کی ضیائیں
انوار کا سیلان ہے معراج کا دولہا

ہم کیوں نہ نثار اس پہ کریں قلب وجگر سب
نبیوں کا بھی ایمان ہے معراج کا دولہا

کی مسجد اقصیٰ میں رسولوں کی امامت
قدسی بڑا ذیشان ہے معراج کا دولہا

بے شرم حاکموں کی جبیں پر نہ بَل پڑے

(از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان

''قندوز، افغانستان میں دستار بندی کے موقع پر امریکہ کی بمباری میں شہید ہونے والے ننھے حفاظ وقُرّا اور ان کے لواحقین کو دردوغم اور آنسوؤں سے بھرا ہوا نذرانۂ عقیدت''

پھولوں کا قتل دیکھ کے آنسو نکل پڑے
سینے میں رنج و درد کے چشمے اُبل پڑے

معصوموں کی پکار سے تھرائی کائنات
بے شرم حاکموں کی جبیں پر، نہ بَل پڑے

قرآں کے حافظوں پہ ہوا اِس طرح ستم
کوہ و دَمَن بھی دیکھ کے جس کو، دَہل پڑے

شعلوں نے آہ! پھولوں کو ایسے کیا تباہ
جیسے کہ آگ سے خس و خاشاک جَل پڑے

اِس سانحے سے غافل و بدمست جاگ جائیں
یا رب نگاہ قوم میں نور عمل پڑے

ہو جس کی تازگی سے دِل و جاں میں انقلاب
ملت کے گلستاں میں وہ پھول اور پھل پڑے

معصوموں کا لہو، اے خدا رائیگاں نہ جائے
اعدائے دیں کی جانوں پہ برق اَجَل پڑے

اب ہم نکل کھڑے ہوں، نہ رکنے کے عزم سے
رستے میں چاہے دشت ہو، چاہے جَبَل پڑے

قندوز میں خدایا جو بچےہوئے شہید
اُن سب کے والدین کے سینوں میں کَل پڑے

ہر ایک کا ٹھکانہ بہشت بریں میں ہو
ان کی زمین پیاس پہ کوثر کا جَل پڑے

یہ شاعری نہیں ہے، یہ ملت کا درد ہے
ہر غم پہ اے فریدی، قلم کیوں نہ چل پڑے

از: محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

ہے کوئی رحمت و بخشش کا طلب گار؟

شعبان المعظم اسلامی سال کا آٹھواں سعادت افزا مہینہ ہے جو اپنے دامن میں خیر و برکت، رحمت و مغفرت اور رزق و نعمت کا مژدہ لے کر جلوہ گر ہوتا ہے، اس ماہ مبارک میں مسلمانوں کے لئے خیر کثیر تقسیم ہوتی ہے، اسی مقدس مہینے میں تحویل قبلہ عمل میں آئی اور اسی ماہ مسعود میں سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت با سعادت ہوئی، غرض کہ اس ماہ مبارک کے دامن کرم میں سعادت و کرامت کا ایک سمندر موجیں لے رہا ہے، قرآن و حدیث میں اس مہینے کی بے شمار فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔

اللہ کے پیارے حبیب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شعبان، ماہ رجب اور ماہ رمضان کے درمیان ایک مہینہ ہے، لوگ اس کی عظمت سے غافل ہیں، اس میں بندوں کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اس حال میں اٹھائے جائیں جب میں روزہ کی حالت میں ہوں۔ [ماثبت من السنہ، ص ۱۴۱]

نبی ناز رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مہینوں میں شعبان کو زیادہ محبوب رکھتے تھے، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رجب اللہ تعالیٰ کا، شعبان میرا اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ [ماثبت من السنہ، صفحہ ۱۲۶]

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شعبان میں پانچ حرف ہیں (۱) شین (۲) عین (۳) باء (۴) الف (۵) نون، پس شین عبارت ہے "شرف" سے، عین عبارت ہے "علو" سے، باء عبارت ہے "بر" یعنی بھلائی سے، الف عبارت ہے "الفت" سے اور نون عبارت ہے "نور" سے، لہٰذا خداوند قدوس ماہ شعبان المعظم میں اپنے بندوں کو یہ پانچ چیزیں عطا فرماتا ہے۔ [غنیۃ الطالبین، ج ۱/ ص ۱۸۸]

اللہ رب العزت نے بعض چیزوں کو بعض چیزوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے، جس طرح مدینہ منورہ کو تمام شہروں پر، وادیٔ مکہ کو تمام وادیوں پر، بئیر زمزم کو تمام کنوؤں پر، مسجد حرام کو تمام مساجد پر، سفر معراج کو تمام سفروں پر، مؤمن کو تمام انسانوں پر، ولی کو تمام مؤمنوں پر، صحابی کو تمام ولیوں پر، نبی کو تمام صحابہ پر، رسول کو تمام نبیوں پر اور تاجدار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام رسولوں پر فضیلت و برتری حاصل ہے، اسی طرح اللہ رب العزت نے بعض دنوں کو بعض پر فضیلت دی ہے، یومِ جمعہ کو ہفتہ کے تمام ایام پر، ماہِ رمضان کو تمام مہینوں پر، لیلۃ القدر اور شب برأت کو دیگر تمام راتوں پر۔

اللہ جل شانہ نے جن عظمت و فضیلت والی راتوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے، ان میں ایک شعبان المعظم کی پندرہویں رات بھی ہے جو "شب برأت" اور "لیلۃ البرآۃ" کے نام سے موسوم و مشہور ہے جو در اصل قدرت کی طرف سے ہم جیسے گنہگاروں، سیاہ کاروں کے لئے اپنی توبہ و استغفار کو شرف قبولیت سے ہمکنار کرنے کا ایک سنہرا موقع ہے۔

قطب عالم، حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: اس رات میں اللہ کے نیک بندے آخرت کی ذلت و رسوائی سے دور کر دیئے جاتے ہیں اور بدبخت و خطا کار لوگ (جو اس رات میں بھی اپنے گناہوں سے توبہ نہیں کرتے) اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت سے دور رکھے جاتے ہیں۔ [غنیۃ الطالبین]

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب شعبان کی پندرہویں شب آئے تو اس رات

میں قیام کیا کرو اور دن میں روزہ رکھا کرو، اس رات میں غروب آفتاب کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق آسمانِ دنیا پر تجلی فرماتا ہے اور اعلان فرماتا ہے کہ ہے کوئی مجھ سے گناہوں کی معافی مانگنے والا؟ جسے میں معاف کردوں، ہے کوئی مجھ سے رزق طلب کرنے والا؟ جس کے رزق میں وسعت پیدا کردوں، ہے کوئی مصائب وآلام میں مبتلا؟ جسے میں عافیت عطا کردوں، ہے کوئی ایسا شخص؟ ہے کوئی ایسا شخص؟ ہے کوئی ویسا شخص (ساری رات اللہ تعالیٰ یہ اعلان فرماتا رہتا ہے اور اپنی بخشش وعطا کی خزانے لٹاتا ہے) یہاں تک کہ صبح طلوع ہوجاتی ہے۔

مذکورہ احادیث مبارکہ سے ثابت اس مبارک ومسعود رات کی عظمت وفضیلت مسلمانوں کو اپنے اندر کثرت عبادت وریاضت کا ذوق وشوق پیدا کرنے کی ترغیب دیتی ہے، نہ جانے بخشش و رحمت اور امن وسلامتی سے مملو یہ رات پھر کبھی نصیب ہو یا نہ ہو، اس لئے شب برأت میں جبکہ رحمت الٰہی کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہو، ہمیں اس موقع کو غنیمت تصور کرتے ہوئے صدق دل سے توبہ واستغفار کرنا چاہیے، کیونکہ اور دنوں میں ہم اپنے اعمال صالح کے ذریعہ رب کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں لیکن اس بابرکت رات میں تو اللہ رب العزت خود مائل بکرم ہوتا ہے، بس اس سے لو لگانے کی دیر ہے، بخشش کا پروانہ تیار رکھا ہے۔

آج ہم ذلت ورسوائی اور خوف ودہشت کے سائے میں جی رہے ہیں، ہمارے خون کی کوئی قدر وقیمت نہیں رہی، شہری وملکی حقوق ہم سے چھینے جارہے ہیں، ہماری عورتوں کی عصمتیں سر بازار ماپال کی جارہی ہیں، ہماری عبادت گاہیں، درس گاہیں اور خانقاہیں سب دہشت گردوں کے نشانے پر ہیں، ہم کیا کھائیں، کیا پکائیں، یہ فیصلہ بھی اب ہم خود نہیں کرسکتے، ہر شخص کو یہاں مذہبی آزادی حاصل ہے، لیکن ہم اس آزادی سے محروم کئے جا رہے ہیں، کاروبار اور تجارت کے راستے ہم پر بند کئے جارہے ہیں، ہم اپنی صلاحیتوں کی فائلیں کہیں بھی جمع کریں، نام دیکھ کر ہی انھیں کوڑے دان میں ڈال دیا جاتا ہے، ہمیں اس طرح تقسیم کیا جارہا ہے کہ ہم کسی بھی حال میں اپنی قوت کا مظاہرہ نہ کرسکیں، ہمارے مکانوں اور دکانوں میں ہمارے سامنے ہی آگ لگادی جاتی ہے اور ہم محض تماشائی بنے دیکھتے رہ جاتے ہیں، جبکہ جہاں بانی وحکمرانی کی ہماری ایک طویل تاریخ رہی ہے، ہم نے اس ملک پر بھی ایک ہزار سال تک حکومت کی ہے اور آج ہمیں حاشئے پر بھی برداشت نہیں کیا جارہا ہے۔

ایسا کیوں؟ ایسا صرف اس لئے ہے کہ قرآن اور صاحب قرآن سے ہمارا رشتہ لگ بھگ ٹوٹ چکا ہے، قرآن حکیم آج بھی یہ اعلان کررہا ہے ساری فیروزمندیاں، ساری سربلندیاں اور عظمتوں کے سارے بام ودر تمہارے لئے ہیں، شرط یہ ہے کہ تم مؤمن کامل بنا جاؤ۔

آئیے ذلت ورسوائی اور خوف ودہشت بھری اس زندگی سے نجات کے لئے ہم مؤمن کامل بن جائیں اور تمام مسلمان اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں، اس رحیم وکریم کی بارگاہ میں اپنی خطاؤں پہ ندامت کے آنسو بہائیں خلوصِ دل سے توبہ واستغفار کریں اور اپنے رب سے یہ عہد کریں کہ ہم اسلامی اصولوں کو برتنے میں کبھی سستی نہیں کریں گے۔

شب برأت مناجات کی رات ہے، رب کی رحمتوں سے اپنے دامن مراد کو بھرنے کی رات ہے، اس لئے رات کا کوئی بھی لمحہ ضائع نہ ہونے پائے، ہمارا عہد اجتماعی عہد ہو تو زیادہ بہتر ہے کیوں کہ انفرادی عہد اپنی ذات تک محدود ہوتا ہے، اگر ہمارے عہد میں صداقت ہوگی تو حالات ضرور بدلیں گے، ایک شاعر ہمیں یہی سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہتا ہے۔

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

شعبان المعظم ہمیں رمضان المبارک کے لئے بھی خود کو تیار کرنے کی دعوت دیتا ہے، یہ تیاری صرف اعمال کی حد تک نہ ہو بلکہ کردار بھی اسلامی اصولوں کا پابند ہوجائے، ہمیں اپنے ایمان و عمل اور کردار وگفتار میں چٹان جیسی مضبوتی لانی ہوگی۔

اس موقع پر کسی اہل قلم کے چند خوبصورت جملے ذہن وفکر کے پردے پر ابھر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

''استغفار اور دیگر مسنون اَذکار کے ساتھ دلوں کی زمین میں بوئی جانے والی فصل تیار کریں اور پھر اسے آنسوؤں کی نہروں سے سیراب کریں تاکہ رمضان المبارک میں معرفت ومحبت الٰہی کی کھیتی اچھی طرح نشوونما پا کر تیار ہو سکے، قیام اللیل اور روزوں کی کثرت ہی ہمارے دل کی زمین پر اُگی خودرَو جھاڑیوں کو (جو پورے سال دنیاوی معاملات میں غرق رہنے کی وجہ سے حسد، بغض، لالچ، نفرت، تکبر، خودغرضی، ناشکری اور بے صبری کی شکل میں موجود رہتی ہیں) اکھاڑ سکے گی اور ہمارے دل کے اندر ماہ رمضان کی برکتوں اور سعادتوں کو سمیٹنے کے لیے قبولیت اور انجذاب کا مادہ پیدا ہوگا، سو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ماہ شعبان المعظم، عظیم ماہ رمضان المبارک کا ابتدائیہ اور مقدمہ ہے، جس میں ہم خود کو بہتر طور پر آنے والے مقدس مہینے کے لیے تیار کر سکتے ہیں۔''

اس مبارک رات میں اللہ رحمٰن وغفار کی بخشش وعطا کا یہ عالم ہے کہ بے شمار لوگوں کی بخشش ومغفرت فرماتا ہے، چنانچہ نبی رحمت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا ذکر یوں فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے اور قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بال کی تعداد سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے۔ [ترمذی، صفحہ ۱۵۶]

اس دنیا میں کچھ ایسے بھی کم نصیب ہوتے ہیں جن کی بخشش، اس عام بخشش والی رات میں بھی نہیں ہوتی، چنانچہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ماہ شعبان کی پندرہویں رات کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف توجہ فرماتا ہے، پس وہ شرک کرنے والے اور کینہ رکھنے والے کے سوا ہر ایک کی بخشش ومغفرت فرما دیتا ہے۔

کچھ روایتوں میں کافر ومشرک اور کینہ پرور کے علاوہ والدین کا نافرمان، شرابی، سودخور، تکبر سے تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا، رشتہ داروں سے بدسلوکی کرنے والا، قاتل، زانی، نجومی، عشار (ٹیکس وصول کرنے والا جو لوگوں پر ظلم کرتا ہو) میوزک، سارنگی، طبلہ اور ڈھول بجانے والا، ہمسایوں کے ساتھ بدسلوکی کرنے والا، جادوگر اور شرطہ، رشوت خور وظالم سپاہی جیسے لوگوں کا بھی ذکر ہے کہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات کو بھی نظر رحمت نہیں فرماتا جب تک کہ یہ سبھی توبہ نہ کرلیں۔

حضرت عطا ابن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شعبان کی پندرہویں رات آتی ہے تو ملک الموت کو ایک کتاب دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے جن کے نام اس کتاب میں ہیں ان کی روحیں قبض کرو، بندہ باغات لگا رہا ہوتا ہے، شادیاں کر رہا ہوتا ہے اور عمارتیں تعمیر کر رہا ہوتا ہے (لیکن اسے معلوم نہیں ہوتا) کہ اس کا نام مرنے والوں میں لکھ دیا گیا ہوتا ہے۔ [ما ثبت من السنہ]

اس لئے اے مسلمانو! غفلت کی دبیز چادر اتار پھینکو اور بارگاہ ایزدی میں اپنی جبین نیاز خم کردو کہ یہ رات ان راتوں میں شامل ہے جن میں اللہ کسی کی دعائیں رد نہیں فرماتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعا رد نہیں کی جاتی، جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرھویں رات اور دونوں عیدوں کی راتیں۔'' [مصنف عبدالرزاق، جلد ۴، ص ۳۱۷]

شب برأت ایک نہایت ہی بابرکت رات ہے جو عظمت وفضیلت میں ہزار راتوں سے بھی افضل ہے، اس مبارک رات میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کا رزق متعین فرماتا ہے، اسی رات سال آئندہ پیدا ہونے والے اور مرنے والے لوگوں کی فہرست بارگاہ خداوندی میں پیش کی جاتی ہے اور اسی لیلۃ البرأۃ میں بندوں کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قسم ہے اس روشن کتاب کی، ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا، بے شک ہم ڈرسنانے والے ہیں، اس میں بانٹ دیا جاتا ہے، ہر حکمت والا کام، ہمارے حکم سے، بے شک ہم بھیجنے والے ہیں تمہارے رب کی طرف سے رحمت، بے شک وہی سنتا جانتا ہے۔ [پ ۲۵، سورۂ دخان، آیت]

بقیہ ص ۳۹ پر

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

یوم چہارشنبہ کے فضائل و معمولات

چہارشنبہ یعنی بدھ کا دن (کفار کے لئے) منحوس ہے، حضرت سیدنا علی اور حضرت سیدنا جابر اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً روایت ہے کہ بدھ کا دن منحوس ہے اور حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ماہ کا آخری بدھ دائمی منحوس ہے اور حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"سئل رسول الله ﷺ عن یوم الأربعاء قال نحس قیل و کیف ذلک یا رسول الله ﷺ قال غرق الله تعالیٰ فیه فرعون و اهلک عاداو ثمود۔ یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بدھ کے دن کے متعلق پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا یہ دن منحوس ہے عرض کیا گیا یہ کس طرح یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس دن فرعون کو غرق کیا اور عاد و ثمود کو ہلاک کیا۔" [تفسیر مدارک، غنیۃ الطالبین ص ۷۳]

علمائے شرع متین فرماتے ہیں کہ بدھ کا دن منحوس ہے مگر کافروں کے لئے منحوس ہے اور مسلمانوں کے لئے مبارک دن ہے۔ [تفسیر صاوی ج۴، ص ۱۲۵]

کیونکہ بدھ کے دن کو یوم نور فرمایا گیا ہے، واقعی مسلمانوں کے لیے یوم نور ہے، اسی لیے بزرگان دین تدریس کی مجلس کا انعقاد بدھ کے دن فرماتے ہیں کیونکہ علم نور ہے تو اس کی ابتدا نور کے دن ہی مناسب ہے۔

چہارشنبہ کے دن ناخن کاٹنے کی فضیلت

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص بدھ کے روز ناخن کاٹے گا تو وسوسۂ شیطانی اس سے دور ہوجائیں گے اور امن و سلامتی حاصل ہوگی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن اپنے ناخن کاٹے اور مونچھیں تراشے اور اچھی طرح غسل کر کے مسجد کی طرف نماز پڑھنے کے لئے جائے تو اس کے ساتھ ہزار فرشتے چلتے ہیں اور سب کے سب خدا سے اس کی شفاعت اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں، اعمش نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ ایک بار جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے میں دیر کی پھر کچھ مدت کے بعد حاضر ہوئے، مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اے خدا کے مقرب فرشتے اتنے عرصے تک تم کیوں نہیں آئے تو جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ایسے لوگوں کے ہوتے ہوئے ہم لوگ نہیں آسکتے جو کہ نہ ناخن کاٹتے ہیں نہ مونچھیں تراشتے ہیں اور نہ وضو کرنے میں اعضا اور جوڑوں کو اچھی طرح سے دھوتے ہیں اور نہ مسواک کرتے ہیں پھر یہ آیت پڑھی "وما نتنزل الا بامر ربك۔ یعنی ہم اس وقت زمین پر اترتے ہیں جب ہمیں خدا وند قدوس حکم دیتا ہے۔ [علم الیقین، ص ۴۸-۴۷]

ایک نیک عالم دین کا واقعہ

ایک نیک عالم بدھ کے روز ناخن تراشتا تھا اسے بتایا گیا کہ حدیث شریف میں بدھ کے دن ناخن تراشنا مکروہ فرمایا گیا ہے اس نے اس دن ناخن کاٹنا چھوڑ دیا پھر خیال آیا اور بدھ کے دن ناخن کاٹ لئے تو اسے برص کی بیماری لاحق ہوگئی، مصطفےٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اسے خواب میں زیارت نصیب ہوئی، آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تو نے میری نہیں سنی تھی؟ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے نزدیک آپ سے حدیث صحیح ثابت نہیں ہوئی، آقا علیہ السلام نے فرمایا تیرا میری حدیث سننا ہی کافی تھا، پھر بطور شفقت اس کے بدن پر

* مضمون نگار، مدرسہ عربیہ رحمانیہ رحمان گنج، بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

دست مبارک پھیرا تو برص کی بیماری بالکلیہ زائل ہوگئی۔

[فیض القدیر، ج۱ص ۴۶]

بدھ کے دن سینگی لگوانا اور رگ کٹوانا اچھا نہیں ہے، اس سے برص کی بیماری لاحق ہونے کا خطرہ ہے، حدیث شریف میں ہے کہ ’’من احتجم یوم الاربعاء او یوم السبت فرأی فی جسدہ وضحا فلا یلو من الا نفسہ- یعنی جو شخص بدھ کے یا سنیچر کے روز سینگی لگوائے (اگر) اپنے جسم پر برص کو دیکھے تو اپنے نفس کو ہی ملامت کرے۔‘‘

حکایت: دیلمی راوی ہیں کہ ابو جعفر نیشاپوری نے ایک روز کہا کہ حجامت والی حدیث صحیح نہیں تو انہوں نے بدھ کے دن رگ کٹوائی تو ان کو برص کی بیماری لاحق ہوگئی، فرماتے ہیں کہ میں ایک رات خواب میں نبی اکرم ص ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے اپنی بیماری کی شکایت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں کی تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں چاہئے کہ میری حدیث کی اہانت نہ کیا کرو یعنی تم نے میری حدیث سن کر اس کی مخالفت کی جب ہی تو اس کی بیماری میں مبتلا ہوا ہے۔

[جامع الصغیر ج۶، ص ۳۴]

چہار شنبہ کے دن کپڑا کاٹنے کی فضیلت

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کپڑے کاٹنے میں بھی احتیاط ضروری ہے بدھ کے دن کپڑا کاٹنے میں برکت ہے اور اس کپڑے کے ساتھ عمر بھی بڑھتی ہے۔[علم الیقین، ص ۴۸]

یوم چہار شنبہ کے اہم واقعات

خلاق کائنات نے بدھ کے دن سات کافروں کو سات چیزوں سے ہلاک فرمایا:

(۱) عوج بن عنق کو ہدہد کے ساتھ (۲) قارون کو خسف کے ساتھ (۳) فرعون اور اس کے لشکر کو دریا کے ساتھ (۴) نمرود ملعون کو مچھر کے ساتھ (۵) قوم لوط کو سنگریزوں کے ساتھ (۶) شداد بن عاد کو حضرت جبریل علیہ السلام کی آواز کے ساتھ (۷) قوم عاد کو ہوا کے ساتھ ہلاک فرمایا۔[کتاب السبعات، ص ۸۰]

عوج بن عنق کے قتل کا بیان

بیان کرتے ہیں کہ عوج بن عنق کی عمر چار ہزار پانچ سو سال کی تھی، قد بہت دراز تھا اتنا لمبا کہ طوفان نوح علیہ السلام کا پانی اس کے گھٹنوں سے اوپر نہیں بڑھا، بیان کیا جاتا ہے کہ پہاڑ پر بیٹھ کر اپنا ہاتھ سمندر کی طرف دراز کرتا اور مچھلیاں پکڑ لیتا اور ان کو دھوپ میں بھون کر کھاتا جب اہل شہر پر غضب ناک ہوتا تو ان پر پیشاب کر دیتا جس میں وہ ڈوب جاتے، جب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بنی اسرائیل کے ساتھ میدان تیہہ میں داخل ہوئے تو عوج نے ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کے پاس آیا تو دیکھ کہ لشکر ایک مربع فرسنگ میں پھیلا ہوا ہے اس نے ایک پہاڑ کو اکھاڑ کر اپنے سر پر رکھا تاکہ موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر پھینک کر انہیں موت کے گھاٹ اتار دے تو اللہ نے ہدہد کو الماس کے پتھ کے ساتھ بھیجا تو ہدہد نے اس پتھر کو اس پہاڑ پر رکھا جو عوج کے سر پر تھا خداوند قدوس کی قدرت سے الماس کی پتھر نے پہاڑ میں سوراخ کیا اور پھر اس کی گردن کو چیر دیا جس سے عوج ہلاک ہو گیا، یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علی السلام کا قد مبارک چالیس گز تھا اور ان کا عصا مبارک بھی چالیس گز کا تھا آپ نے چالیس گز ہوا میں چھلانگ لگائی اور عوج کو عصا مارا تو عصا اس کے ٹخنے کو لگا مگر اس کی ضرب اتنی شدید تھی کہ عوج گر کر مر گیا، عوج کو اس کی بلند قامت اور بے پناہ طاقت موت سے نہ بچا سکی، کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے:

الموت باب و کل الناس داخلہ
یلیت شعری بعد الباب مالدار
الدار جنۃ خلدان عملت بھا
یرضی الالہ وان خالفت فالنار
ھما محلان ما للناس غیرھما
فانظر لنفسک أی الدار تختار [ایضاً، ص ۸۱]

قارون کی ہلاکت کا بیان

قارون حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا یصھر کا

* مقالہ نگار دار العلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف کے بانی اور ناظم اعلیٰ ہیں۔

بیٹا تھا بہت ہی خوبصورت تھا اسی لئے اس کو منور کہتے تھے اور بنی اسرائیل میں توریت شریف کا سب سے عمدہ قاری تھا، ناداری کے زمانہ میں نہایت متواضع اور بااخلاق تھا، دولت ہاتھ آتے ہی اس کی حالت تبدیل ہوگئی اور سامی کی طرح منافق ہوگیا، قارون بھی بدھ کے روز ہلاک ہوا اس کی قدرے تفصیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار لے جانے کے بعد مذبح کی ریاست حضرت سیدنا ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سپرد فرمادی۔

بنی اسرائیل اپنی قربانیاں حضرت سیدنا ہارون علیہ السلام کے پاس لاتے اور وہ مذبح میں رکھتے، آسمان سے آگ اتر کر اس کو کھالیتی، قارون کو حضرت سیدنا ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس منصب پر رشک ہوا اس نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا کہ رسالت تو آپ کی ہوئی اور قربانی سرداری حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی، میں کچھ نہ رہا باوجودیکہ میں توریت کا بہترین قاری ہوں میں اس پر صبر نہیں کرسکتا حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ یہ منصب حضرت ہارون کو میں نے نہیں دیا بلکہ خداوندقدوس نے دیا ہے قارون نے کہا کہ خدا کی قسم میں آپ کی تصدیق نہ کروں گا جب تک کہ آپ اس کا ثبوت مجھے نہ دیکھادیں۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رؤسائے بنی اسرائیل کو جمع کرکرے فرمایا کہ اپنی اپنی لاٹھیاں لے آؤ انہیں اپنے قبے میں جمع کیا، رات بھر بنی اسرائیل ان لاٹھیوں کا پہرہ دیتے رہے، صبح کو حضرت سیدنا ہارون علیہ السلام کا عصا سرسبز وشاداب ہوگیا اور اس میں سے پتے نکل آئے تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے قارون! تو نے دیکھا، قارون نے کہا یہ تو آپ کے جادو سے کوئی تعجب نہیں، حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام اس کے ساتھ مدارات کرتے تھے اور وہ آپ کو ہروقت ایذادیتا تھا اور اس کی سرکشی اور تکبر حضرت موسیٰ علیہ االسلام کے ساتھ عداوت دم بدم ترقی پر تھی، اس نے ایک مکان بنایا جس کا دروازہ سونے کا تھا اور اس کی دیواروں پر سونے کے تختے نصب کئے گئے تھے، بنی اسرائیل صبح وشام اس کے پاس آتے کھانا کھاتے باتیں بناتے اسے ہنساتے اور جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا تو قارون آپ کے پاس آیا تو اس نے آپ سے طے کیا کہ درہم ودینار اور مویشی وغیرہ میں سے ہزارواں حصہ زکوٰۃ دے گا لیکن جب گھر جاکر حساب کیا تو اس کے مال میں سے اتنا بھی بہت زیادہ ہو رہا تھا اور اس کے نفس نے اتنی بھی ہمت نہ کی اور اس نے بنی اسرائیل کو جمع کرکے کہا کہ تم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہر بات میں اطاعت کی، اب وہ تمہارے مال لینا چاہتے ہیں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے بڑے ہیں آپ جو چاہیں حکم دیجئے کہنے لگا کہ فلانی بدچلن عورت کے پاس جاؤ اور اس سے ایک معاوضہ کر کہ وہ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تہمت لگائے ایسا ہوا تو بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ دیں گے۔

چنانچہ قارون نے اس بدچلن عورت کو ہزار اشرفی روپیہ وعدہ کر کے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تہمت لگانے پر طے کیا، دوسرے روز بنی اسرائیل کو جمع کر کے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ بنی اسرائیل آپ کا انتظار کررہے ہیں کہ آپ وعظ ونصیحت فرمائیں، حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور بنی اسرائیل میں کھڑے ہوکر آپ نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل جو چوری کرے گا اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے اور جو بہتان لگائے گا اس کو اسی کوڑے لگائے جائیں گے اور جو زنا کرے گا تو اس کے اگر بیوی نہیں ہے تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے اگر بیوی ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا، یہانتک کہ وہ مرجائے۔

قارون کہنے لگا کہ یہ حکم سب کے لئے ہے خواہ آپ ہی ہوں، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا خواہ میں ہی کیوں نہ ہوں، کہنے لگا بنی اسرائیل کا خیال ہے کہ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) آپ نے فلاں عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے، حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اسے بلاؤ، وہ آئی تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس کی قسم جس نے بنی اسرائیل کے لئے دریا پھاڑا اور اس میں راستے بنائے

اور توریت شریف نازل فرمائی سچ کہہ دے، وہ عورت ڈر گئی اور اللہ کے نبی علیہ السلام پر بہتان لگا کر انہیں ایذا دینے کی جرأت اسے نہ ہوئی اور اس نے اپنے دل میں کہا اس سے توبہ کرنا بہتر ہے اور حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ جو کچھ قارون کہلانا چاہتا ہے اللہ عزوجل کی قسم یہ جھوٹ ہے اور اس نے آپ پر تہمت لگانے کے عوض میں میرے لئے بہت مال کثیر مقرر کیا ہے۔

تب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رب کے حضور روتے ہوئے سجدہ میں گرے اور یہ عرض کرنے لگے کہ یا رب! اگر میں تیرا رسول ہوں تو میری وجہ سے قارون پر غضب فرما، اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی کہ میں نے زمین کو آپ کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا ہے، آپ اس کو جو چاہیں حکم دیں، حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو فرمایا: اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے قارون کی طرف بھیجا ہے جیسا کہ فرعون کی طرف بھیجا تھا جو قارون کا ساتھی ہو اس کے ساتھ اس کی جگہ ٹھہرا رہے اور جو میرا ساتھ ہو جدا ہو جائے، سب لوگ قارون سے جدا ہو گئے اور سوائے دو شخصوں کے کوئی اس کے ساتھ نہ رہا، پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین کو حکم دیا کہ انہیں پکڑ لے، قارون اور اس کے ساتھ گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے پھر آپ یہی فرماتے رہے حتیٰ کہ وہ لوگ گردنوں تک دھنس گئے اب وہ بہت منت وسماجت کرتے تھے اور قارون آپ کو اللہ کی قسمیں اور رشتہ وقرابت کے واسطہ دیتا تھا مگر آپ نے التفات نہ فرمایا، یہاں تک کہ وہ دھنس گئے اور زمین برابر ہو گئی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ قیامت تک دھنستے ہی چلے جائیں گے۔ بنی اسرائیل نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قارون کے مکان اور اس کے خزائن و اموال کی وجہ سے اس کے لئے بددعا کی ہے، یہ سن کر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کا مکان اور اس کے خزانے و اموال سب زمین میں دھنس گئے۔ [تفسیر خزائن العرفان وغیرہ]

خداوند قدوس اسی قارون کے متعلق فرماتا ہے: فخسفنا به وبداره الارض فما كان له من فئة ينصرونه من دون الله وما كان من المنتصرين۔ یعنی تو ہم نے اسے (قارون) اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ سے بچانے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ بدلہ لے سکا۔ [پ۲۰، سورۂ قصص]

فرعون اور اس کے لشکر کی ہلاکت

فرعون اور اس کا لشکر بدھ کے دن ہلاک ہوئے تھے، جب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرعونیوں کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ گئے تو رات کے وقت بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے چلے گئے، صبح کے وقت جب فرعونیوں کو پتہ چلا کہ بنی اسرائیل مصر چھوڑ کر چلے گئے ہیں تو ظالم فرعون بڑا غضب ناک ہوا اور ایک لشکر ساتھ لے کر بنی اسرائیل کی تلاش میں نکلا آخر کار ایک مقام پر بنی اسرائیل کو پالیا، بنی اسرائیل فرعونی لشکر کو دیکھ کر گھبرا گئے کہ دشمن ہم پر قابو پالیں گے، نہ ہم ان کے مقابلہ کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہی بھاگنے کی جگہ ہے، کیونکہ آگے دریا ہے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کو تسلی دی کہ کوئی فکر نہ کرو اللہ رب العزت کی طاقت ہمارے شامل حال ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا پر اپنا عصا مارا تو اس کی برکت سے بارہ خشک راستے بن گئے، بنی اسرائیل نے ان راستوں سے دریا کو سلامتی سے پار کیا، یہ دیکھ کر فرعونی سب کے سب دریا کے اندر آ گئے، تو دریا بحکم الٰہی مل گیا اور مثل سابق ہو گیا اور فرعون اپنی قوم کے ساتھ ڈوب گیا۔

خداوند قدوس قرآن مجید وفرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے: فاتبعوهم مشرقين فلما تراء الجمعٰن قال اصحب موسیٰ انا لمدركون، قال كلا ان معي ربي سيهدين۔ فاوحينا الى موسیٰ ان اضرب بعصاك البحر، فانفلق فكان كل فرق كالطود العظيم وازلفنا ثم الآخرين، وانجينا موسیٰ ومن معه اجمعين ثم اغرقنا الاخرين۔

ان فی ذالك لاٰیة. وما کان اکثرھم مؤمنین ۔یعنی تو فرعونیوں نے ان کا تعاقب کیا دن نکلے، پھر جب آمنا سامنا ہوا دونوں گروہوں کا، موسیٰ والوں نے کہا ہم کو انہوں نے آلیا، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یوں نہیں بیشک میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ مجھے اب راہ دیتا ہے، تو ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مار، تو جبھی دریا پھٹ گیا تو ہر حصہ ہو گیا جیسے بڑا پہاڑ اور وہاں قریب لائے ہم دوسروں کو اور ہم نے بچا لیا، موسیٰ علیہ السلام کو اور ان کے سب ساتھیوں کو، پھر دوسروں کو ڈبو دیا، بیشک اس میں ضرور نشانی ہے اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے۔

نمرود کی ہلاکت کا بیان

نمرود بن کنعان کو مچھر سے اللہ تعالیٰ نے بدھ کے دن ہلاک کیا تھا، نمرود لعین وہ بادشاہ تھا کہ جس کی بادشاہی پوری روئے زمین پر تھی اور اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا، اس کی ہدایت کے لئے حضرت سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام بھیجے گئے مگر نمرود ملعون اپنی سرکشی پر اڑا رہا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کو قبول نہ کیا اور اخر کار حکومت کے نشے میں اور اپنی فوج کی کثرت پر فخر کرتے ہوئے کہا، ابراہیم تو اپنی خدائی فوج لے آ اور میں اپنا لشکر لے آتا ہوں تا کہ لڑائی ہو اور تیرا خدا مجھ سے ملک اور سلطنت چھین لے۔

کہتے ہیں کہ لعین کے پاس سات لاکھ مسلح فوج تھی، حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ نمرود نے اپنا لشکر میدان میں اتار دیا ہے اور تیرے لشکر کا انتظار کر رہا ہے، اللہ جل شانہ نے حضرت سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کو قبول فرمایا اور مچھروں کا لشکر نمرودی لشکر پر ساحل سمندر سے بھیج دیا۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے کمزور ترین مخلوق مچھر ہے، دوسرے حیوان جب سیر ہوں تو موٹے ہوتے ہیں مگر مچھر جب سیر ہو جائے تو مر جاتا ہے، الغرض مچھر اس کی کثرت سے جمع ہو گئے کہ میدان جنگ اور اس کی فضا کو بھر دیا اور نمرودی لشکر کے گوشت کھا گئے اور خون پی گئے اور تھوڑے ہی وقفہ میں نمرودی فوج تباہی کے گڈھے میں گر کر تباہ ہو گئی اور لنگڑا مچھر نمرود کے دماغ میں گھس گیا جو چالیس شبانہ روز اس کا دماغ کھاتا رہا آخر کار بدھ کے دن وہ جھوٹا خدا ہلاک ہو گیا۔ [کتاب السبعیات ص ۸۶]

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: وما یعلم جنود ربّك الا ھو ۔یعنی اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ [پ ۲۹، سورۂ مدثر]

قوم صالح کی ہلاکت کا بیان

اللہ رب العزت نے سیدنا حضرت صالح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کو چہار شنبہ یعنی بدھ کے دن حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام کی چنگھار سے ہلاک فرمایا، حضرت سیدنا صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو خبردار کیا کہ اس زمانہ میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو ساری قوم کی ہلاکت کا سبب بنے گا تو قوم کے اشراف حضرات جمع ہوئے اور ان میں یہ طے پایا کہ لوگ اپنی عورتوں سے الگ رہیں اور جو عورت حاملہ ہے جو وہ لڑکا جنے تو اس کو قتل کر دیں ایک مرد کی عورت نے بچہ جنا چونکہ اس شخص کا اس سے پہلے کوئی بچہ نہ تھا اس لئے اس نے اس کو قتل نہ کیا اس نومولود کا نام قدار رکھا گیا، جب قدار بڑا ہو گیا اور کوئی واقعہ رونما نہ ہوا تو لوگ اپنی اولاد کے قتل پر نادم ہوئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کر دیا جائے۔

اللہ رب العزت قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے:
وکان فی المدینه تسعة رھط یفسدون فی الارض والا یصلحون۔ یعنی اور شہر میں نو شخص تھے کہ زمین میں فساد کرتے اور سنوار نہ چاہئے۔ [پ ۱۹، سورۂ نمل]

ثمود کے شہر میں جس کا نام حجر تھا، ان کے شریف زادوں میں نو شخص تھے جن کا سردار قدار بن سالف تھا یہی لوگ ہیں جنھوں نے ناقہ کی کونچیں کاٹنے میں سعی کی تھی، کہنے لگے کہ یہ نو آدمی کسی طرف سفر پر چلے جاتے ہیں اور پھر پوشیدہ طور پر آئیں گے کہ کسی کو پتہ نہ چلے اور صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کر دیں گے پھر ان کے قرابت داروں کے سامنے قسم اٹھالیں گے کہ نا ہم

نے اسے قتل کیا اور نا ہی اس کا علم ہے۔ قدار اس وقت پندرہ برس کا تھا یہ لوگ شراب پیتے تھے انہیں پیاس لگی مگر انہیں پینے کے لئے پانی نہ مل سکا کیوں کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پینے کا دن تھا جو اپنی باری میں سارا پانی پی جاتی تھی، قدار اٹھا اور کہنے لگا کہ اس اونٹنی کی وجہ سے ہم پیاسے مر رہے ہیں لہٰذا میں اسے قتل کرتا ہوں دوسروں نے بھی اس کی تائید کی قدار نے تلوار لی اور چل کر پہاڑ کی وادی میں چھپ کر بیٹھ گیا وہ اونٹنی کے واپس آنے کا وقت تھا جب اونٹنی قدار کے قریب سے گزری تو قدار نے حملہ کر کے قتل کر دیا پھر اس کے بچے کے قتل کے درپے ہوا مگر بچہ اس پہاڑ کی طرف چلا گیا جس سے اس کی ماں پیدا ہوئی تھی قدرت الٰہی سے پہاڑ پھٹ گیا اور بچہ اس میں داخل ہو گیا، جب حضرت سیدنا صالح علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ اونٹنی کو قتل کر دیا گیا ہے تو قوم بدشعار کو مخاطب کر کے فرمایا: تمتعوا فی دارکم ثلٰثة ایام ذٰلك وعد غیر مکذوب۔ یعنی اپنے گھروں میں تین دن اور برت لو یہ وعدہ ہے کہ جھوٹا نہ ہوگا۔''

[پ ۱۲ رسورہ ہود]

چنانچہ چہارشنبہ کے دن ان کے چہرے زرد ہو گئے اور دوسرے دن جمعرات کو سرخ اور تیسرے روز یعنی جمعہ کو سیاہ اور شنبہ یعنی سنیچر کو عذاب نازل ہوا کہ حضرت سیدنا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک نعرہ مارا مرجاؤ کہ تم پر اللہ کی لعنت ہو، اس ہولناک آواز کی ہیبت سے ان کے دل پھٹ گئے اور وہ سب کے سب مر گئے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''واخذ الذین ظلموا الصیحة فاصبحوا فی دارھم جٰثمین ، کأن لم یغنوا فیھا ألا ان ثمود کفروا ربھم الا بعدا لثمود۔ یعنی اور ظالموں کو چنگھاڑ نے آلیا تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل پڑے رہ گئے گویا یہاں بسے ہی نہ تھے سن لو بیشک ثمود اپنے رب سے منکر ہوئے ارے لعنت ہو ثمود پر۔

[پ ۱۲ رسورۂ ہود]

اگر کوئی شخص سوال کرے کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اونٹنی سے افضل تھے تو ناقہ کے قتل پر عذاب ان کے قاتلوں پر نازل ہوا، اور حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل پر عذاب نازل نہیں ہوا اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اونٹنی، قوم صالح علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے فتنہ کا سبب بن گئی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے: اِنّا مرسل الناقة فتنة لھم فارتقبھم واصطبر۔ یعنی ہم ناقہ بھیجنے والے ہیں ان کی جانچ کو لے صالح تو راہ دیکھ اور صبر کر۔ [پ ۲۷ رسورۂ قمر]

یا اس لئے کہ جب حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو تمام مخلوقات سے عذاب اٹھا لیا گیا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔ یعنی اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک کہ محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔ [پ ۹ رسورہ انفال]

اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں اور سیدنا حضرت صالح علیہ السلام کے زمانہ میں عذاب کا دروازہ کھلا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم۔ یعنی بیشک مجھے تم پر بڑے عذاب کا ڈر ہے۔ [پ ۸ رسورۂ اعراف]

اور محبوب خدا شافع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ رسالت میں رحمت کے دروازے کھلے تھے اور عذاب کے بند تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمین۔ یعنی اور ہم نے تجھے نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

[پ ۱۷ رسورۂ انبیا]

شداد بن عاد کی ہلاکت کا بیان

چہارشنبہ کے دن شداد بن عاد ہلاک ہوا تھا جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ عاد کے دو بیٹے تھے ایک کا نام شدید دوسرے کا نام شداد تھا، اس نے ایک آسمانی کتاب کا مطالعہ کیا اور اس میں جنت کی صفت اور تعریف پڑھی، کہنے لگا کہ میں اس جنت جیسی دنیا میں ایک جنت بنانا چاہتا ہوں اس کی سلطنت ساری روئے زمین پر دور و دراز تک پھیلی ہوئی تھی اپنے وزرا امراء اور سرداروں سے مشورہ کیا کہ چاہتا ہوں کہ ایک جنت بناؤں جیسے

کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی صفت اپنی کتاب میں بیان کی ہے، انہوں نے کہا آپ کو اختیار ہے ساری دنیا پر تمہاری حکمرانی ہے سارے خزانے تمہارے ملک میں ہیں، شداد تیار ہوگیا اور حکم دیا کہ مشرق و مغرب سے سونا چاندی ایک جگہ جمع کی جائے اور تین سو سال میں جنت میرے لئے تیار کی جائے چنانچہ بکثرت معمار جمع کئے گئے، ان میں سے تین سو کا انتخاب کیا گیا ہر ایک کے ماتحت ایک ایک ہزار کارکن مقرر کئے، انہوں نے دس سال دنیا میں چکر لگا کر ایک بہترین زمین تلاش کو جو سرسبز و شاداب تھی اور اس میں نہریں اور درخت بکثرت تھے پھر ایک مربع فرسخ میں جنت کی بنیاد رکھی اور ایک اینٹ سونے اور ایک چاندی سے جنت کے مکان کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا پھر اس میں نہریں اور چشمے جاری کئے اور ایسے درخت لگائے جن کی جڑیں چاندی کی اور شاخیں سونے کی تھیں اور اس میں مختلف محل یاقوت احمر سے تیار کئے ان میں موتی اور یاقوت آویزاں کئے اور ان کی نہروں میں جواہر اور موتی ڈالے گئے کشوری اور عنبر نہروں اور درختوں کے درمیان نچھاور کیا گیا، جب جنت کے محل پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے تو شداد کو خبر دی گئی کہ جنت کے محلات تیار ہوگئے ہیں، چنانچہ شداد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جنت کے ملاحظہ کے لئے چل پڑا۔

اہل سیر حضرات لکھتے ہیں کہ اس جنت کی تیاری کے لئے شداد کے امیروں اور وزیروں نے اپنی رعایہ سے تمام سونا چاندی ظلماً چھین لیا تھا اور کسی کے پاس ذرہ برابر سونا چاندی نہ رہنے دیا صرف ایک لڑکے کے گلے میں درہم کے مقدار چاندی رہ گئی تھی تو اس کو بھی معاف نہیں کیا، اس سے بھی وہ چاندی چھیننے لگے تو لڑکے نے پوچھا ایسا کیوں کر رہے ہو؟ کیا اتنی مقدار چاندی بھی کسی کے پاس نہیں رہنے دیتے انہوں نے کہا یہ بادشاہ کا حکم ہے اور انہوں نے وہ بھی لڑکے سے زبردستی لے لی مظلوم بچہ نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا الٰہی تو جانتا ہے یہ ظالم جو کچھ تیرے غلاموں اور باندیوں سے کر رہے ہیں اے غیاث المستغیثین ہماری فریاد کو پہنچ اس دعا پر فرشتوں نے آمین کہی مستجاب الدعوات نے دعا کو قبول کیا اسی وقت جبکہ ابھی بادشاہ اور اس کا لشکر جنت میں قدم نہ رکھنے پایا تھا کہ حضرت سیدنا جبریل علیہ السلام آسمان سے ایک چنگھاڑ ماری تو سب وہیں مر گئے نہ بادشاہ رہا نہ وزرا نہ فقیر نہ غنی سب وہیں تباہ ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: و کم اھلکنا قبلھم من قرن ھل تحسّ منھم من احدا وتسمع لھم رکزا۔ یعنی اور ہم نے ان سے پہلے اتنی سنگتیں کھپائیں کیا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا ان کی بھنک سنتے ہو۔ [پ ۱۶/ سورۂ مریم]

دعا ہے کہ رب قدیر ہم اہل سنن کو چہار شنبہ کے مذکورہ معمولات و ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔ ■■■

ص ۲۵ / کا بقیہ.........

یہودی تم سے جدا ہوگئے تو کیا غم ہے تمہیں ایمان لانے کی پاداش میں اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کی دوستی اور محبت حاصل ہوگئی، کسی کہنے والے نے بڑی پیاری بات کہی ؎

کوئی ملے، ملے نہ ملے مصطفےٰ ملے
وہ شئے ملے کہ ملنے سے جس کے خدا ملے

■■■

* مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت کے معتبر ناقد و ادیب ہیں۔

اسلامیات

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

شب برأت! بخشش و مغفرت کا سنہرا موقع

اللہ کریم کے ہر حکم میں حکمت ہی حکمت ہے، دنوں کا تعین، وقت کا تعین، زمانی و مکانی مناسبت، ان میں حکمت کے پہلو مستور ہیں، جنھیں عقل سے بھی سمجھا جا سکتا ہے، مثلاً نعمت کے نزول کا دن قوم عیسیٰ علیہ السلام کے لیے "یوم عید" ٹھہرا، فرعون نیل میں غرقاب ہوا اور قوم موسوی کے لیے یہ دن "خوشی و نجات" کا ہوا، یوں ہی حضرت ابراہیم سے نسبت رکھنے والے امور "حج" کا رکن قرار پائے، اور ان کی یاد ہر سال منائی جاتی ہے، لاکھوں افراد حج کر کے خاص دنوں کی یاد تازہ کرتے ہیں، یوں ہی ایک شب اللہ کریم نے ایسی دی جو بندوں کے لیے نعمت ہے اور وہ "شب برأت" ہے۔

انسان انسان ہے، اس سے نسیان و خطا کا ارتکاب عام سی بات ہے، انبیا موصوم ہیں اور ان کی ذات انسانیت کے لیے بہترین نمونہ ہے، ان کی بعثت انسانیت کی ہدایت کے لیے ہوئی، انھوں نے اپنا پیغام پہنچایا، رب کی معرفت عطا کی، سب سے آخر میں خاتم الانبیا مالک و مختار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئے، دین کو مکمل کیا، ہر ہر اصول دیئے، عبادت کے اصول، معیشت کے اصول، تجارت کے اصول، معاملت کے اصول، سیاست کے اصول، سماجی امور کے اصول، دیانت و انصاف کے اصول، انسانی فلاح و بہبود کے اصول، لیکن یہ ہوتا رہا کہ انسان غفلت کا شکار بنا اور کبھی گناہوں کی وادیوں میں جا پڑا، بے اصولی کا مرتکب ہوا، اسلام میں یہ تصور نہیں کہ گناہ ہو جائے تو توبہ کی کوئی گنجایش یا قبول کی گارنٹی نہ ہو، اس مقام پر ایام کے تعین کی حکمت سمجھ میں آتی ہے۔

شب برأت میں یہی حکمت ہے کہ یہ گناہوں کی معافی، نیکیوں کی داعی اور انعامات خداوندی کی گھڑی ہے، اس میں صدق دل سے کوئی بندہ تائب ہو جائے، رب سے توبہ کی عرض کرے تو دعا قبول ہو، اعمال مقبول ہوں، یہ امیدوں کی شب ہے، عافیتوں کی صبح ہے، رفعتوں کی نوید ہے، برکتوں کی ساعت سعید ہے، قبولیت کی تمہید ہے، پروانۂ نجات ہے، قندیل راہِ حق ہے، جنت کی بشارت ہے، اگر سچی توبہ کر لی جائے تو یہ شب سبب رضائے رب اکبر ہے، رضائے محبوب دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ رحمت ہی رحمت ہے، عافیت ہی عافیت ہے، برکت ہی برکت ہے، راحت ہی راحت ہے، شفقت ہی شفقت ہے، طمانیت ہی طمانیت ہے، عافیت ہی عافیت ہے، عفو و درگزر کی شاہ راہ ہے۔

راتیں تو حیات کے کوچے میں بہت آتی ہیں، لیکن شب برأت کی بات جدا ہے، یہ شبِ راحت ہے، شبِ عافیت ہے، شبِ مغفرت ہے، شبِ انعام و اکرام ہے، شبِ عرفان ہے، شب امید ہے، شب برکت ہے، شب تابندہ ہے، شب درخشاں ہے، شبِ تاب دار ہے، خزینۂ طرح دار ہے، نغمۂ نجات ہے، پروانۂ برأت ہے، کشتِ شاداب ہے، برکھۂ بہار زار ہے، نیکیوں کی بہار ہے، رحمت کردگار ہے، نگۂ محبوب کی عطائے خاص ہے، بخشش کی فصلِ بہار ہے، عبادتوں کی آبشار ہے، سفیدۂ سحر ہے، نوید امروز ہے، امر ربی کے مطابق ساعتِ سعید ہے، نبوی ارشاد کے مطابق لمحۂ آفریں ہے، اسوۂ صحابہ کے مطابق افعالِ صالحہ کی ترجمان ہے، معمولات اہلِ بیت کے مطابق شبِ تاباں ہے، اسلاف کے اعمال صالحہ کا نشاں ہے، عملِ نیک کا موسمِ بہاراں ہے، ایقاں کا شجر فروزاں ہے، نخلِ فکر کا اُجلا نشاں ہے، حسنات کامہِ تاباں ہے، نفس بدکار کی بخشش کا ساماں ہے۔

* مضمون نگار نوری مشن مالیگاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

نفس بدکار نے دل پر یہ قیامت توڑی
عمل نیک کیا بھی تو چھپانے نہ دیا

سرکار کی عنایتوں کے قرباں، ایسے اعمال کا درس عطا فرمایا، کہ جن کے انجام دے دینے سے گناہوں کے سب داغ دھل جاتے ہیں، نیکیاں دامن کو چمکا جاتی ہیں، ہمارے اعمال تو ایسے کہ جہنم کے حق دار لیکن ہم پر رحمت محبوبِ کردگار، حضرت نوری بریلوی کا یہ شعار حقیقت کا غماز ؎

میرے اعمال کا بدلا تو جہنم ہی تھا
میں تو جاتا مجھے سرکار نے جانے نہ دیا

نفس بد کے ہم اسیر، اس پہ یہ طرہ کہ ہم ہی بے نظیر، کبرو نخوت کی تہیں چاک کرنی ہوگی، شبِ برأت تلافی اعمالِ بد کی شبِ ممتاز ہے، تو کیا ہم خود احتسابی کریں گے؟ اعمال کی تاریکی کی سیاہی کافور کریں گے، نفس بد کی اسیری سے نکلیں گے، فریاد ہے فریاد ہے ؎

اللہ کے نبی سے
فریاد ہے نفس کی بدی سے

آئیے! اپنی اصلاح کریں، رب کی بارگاہ میں جبیں خم کریں، دل کی دنیا کو روشن کریں، نصیبے کو بے دار کریں، اُن کا وسیلہ لیں جن کا کرم بے مثل، جن کی ذات بے مثال، جن کی سیرت بے داغ، جن کا سراپا بے غبار، جن کا سا حسن نہ دیکھا نہ سُنا، جن کی عطا کے دھارے چلتے ہیں، جن کی سخا کے تارے کھلتے ہیں، جن کا دریائے فیض ہر دم جاری رہتا ہے، جن کی بارگاہ سے کوئی خالی نہیں لوٹتا، جن کی شان کو رب نے بلند کردیا اور جن کو بھیج کر اپنی نعمتوں کا اتمام کیا :وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ۔[سورۃ الفتح ۲] اور آپ پر اپنی نعمتیں تمام کردے، جن سے محبت ایمان کی دلیل، جن سے عشق کرنے والا مومن۔

وہ پیارے محبوب خود فرماتے ہیں: **لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ و الناس اجمعین** [بخاری] تم میں سے کوئی شخص ایمان والا نہ ہوگا جب تک میں اس کو اس کے ماں باپ، بال بچے (بلکہ اس کی جان) اور سارے جہاں سے زیادہ محبوب نہ ہوں اور نعمتوں کے قاسم ایسے کہ خود فرماتے ہیں: **انما انا قاسم و اللّٰہ المعطی** اللہ دینے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں، انھیں کی بابرکت ذات سے محبت کی التجا بارگاہِ صمدیت میں کرلیں تاکہ ایمان کی فصل مہک اٹھے، عقیدے کی دنیا میں چاندنی پھیل جائے اور برأت و مغفرت کے موتی سر کے تاج بنیں ؎

یاالٰہی جب رضا خواب گراں سے سر اٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفی کا ساتھ ہو

■■■

ص ۵۱ کا بقیہ..

کا غازہ بنا کر ہم بھی ظلمت کدۂ فکر و نظر کو درخشاں کرتے، کاش! ہم جہاں احترام سے ان کا نام لیتے ہیں، اکرام سے ان کے مشن اور ان کی رضا کو اپنانے کی کوشش کرتے۔ وہ کیا وجہ ہے کہ اہل جہاں کی زبان پر ان کا نام رس گھول رہا ہے اور محفل محفل ان کا تذکرہ خلوص کا پھول برسا رہا ہے۔ عقیدت مندوں کے دل پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ ؎

وہ صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کی آنکھیں ترستیاں ہیں

احترام و عقیدت کے ان تمام اہتمام کے باوجود ان کے تواضع کا عالم یہ تھا کہ اپنے سلسلۂ طریقت کے بزرگوں کا ذکر کرنے کے بعد اپنے لیے ان کے واسطے سے خدا سے یہ التجا کر رہے ہیں۔ ؎

تیرے ان دوستوں کے طفیل اے خدا
بندۂ ننگ خلقت پہ لاکھوں سلام

اپنے آپ کو ننگ خلقت کہنے کے لیے کتنی ریاضت و مجاہدہ کی ضرورت ہے وہ اہل عرفان ہی جان سکتے ہیں، اپنے کام کی نسبت ان کی التجا کا یہ مخلصانہ مقام زمانہ ہمیشہ یاد رکھے گا بلکہ یاد رکھے ہوئے ہے۔

کام وہ لیجیے تجھ کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضا تم پہ کروڑوں درود

■■■

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی*

بخشش و مغفرت کی رات شب برأت

محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو آسمان دنیا پر نزول فضل رحمت فرماتا ہے اور بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کی بخشش فرماتا ہے۔ [ابن ماجہ، حدیث ۱۳۸۵]

واضح ہو کہ بنی کلب عرب کا وہ قبیلہ تھا جس میں سب سے زیادہ تعداد میں بکریاں پالی جاتی تھیں۔

اعلان خداوندی

بروایت حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو اس میں قیام کرو (نوافل پڑھو) اور دن کو روزہ رکھو بے شک اللہ تعالیٰ اس رات آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے (یعنی رحمت کے لحاظ سے اپنے بندوں کے قریب ہوتا ہے) اور غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک فرماتا ہے: ہے کوئی بخشش چاہنے والا، جسے میں بخشش دوں؟ ہے کوئی طالبِ رزق؟ جسے میں روزی دوں، ہے کوئی مصیبت زدہ؟ جسے میں عافیت عطا کردوں، ہے کوئی فلاح حاجت وطلب والا؟ [ابن ماجہ]

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہ روِ منزل ہی نہیں

اس حدیث پاک میں توبہ کا ذکر پہلے ہے قرآن میں بہت سی آیتیں توبہ کے بیان میں موجود ہیں۔

اہلِ ایمان وتقویٰ پر بھی توبہ واستغفار فرض ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: خبر دو میرے بندوں کو کہ بے شک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان اور میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔ [القرآن، سورہ حجر، آیت ۴۹، ۵۰]

ایک بار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جماعت صحابہ کے پاس سے گزرے جو آپس میں ہنس رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابیوں سے فرمایا تم کو ہنستا ہوا میں کیوں دیکھ رہا ہوں؟ صحابۂ کرام اس عتابانہ کلام سے ڈر گئے، اسی وقت یہ آیتیں اتریں، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کا دارومدار خوف وامید پر ہے، اس کی رحمت سے امید یعنی توبہ ومعافی مانگنے پر بخشش کا یقین اور اس کے عذاب سے ڈر وخوف لازم ہے۔ [نورالعرفان صفحہ ۴۲۱]

توبہ میں تین چیزوں کا جمع ہونا ضروری ہے، ایک یہ کہ جو غلطی اور گناہ سرزد ہوجائے اس پر ندامت اور شرمندگی کا احساس کرے، دوسرے یہ کہ جو گناہ سرزد ہوا ہے اس کو فوراً چھوڑ دے، تیسرے یہ کہ آئندہ گناہ نہ کرنے کا مکمل عزم وارادہ کرے، جب اس طرح توبہ کرلے تو توبہ کرنے والا شخص گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے اس نے کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

حدیث شریف میں ہے: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنبِ کَمَن لَا ذَنبَ لَهٗ۔ جس نے گناہ سے توبہ کرلیا وہ ایسا ہوگیا، جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ [ابن ماجہ، حدیث نمبر ۴۲۵۰]

مولائے رحیم کا کرم دیکھئے صرف یہ ہی نہیں کہ اس کی توبہ قبول فرمایا بلکہ وہ گناہ بھی معاف کردیا اور نامۂ اعمال سے وہ گناہ مٹادیا، یہ اس کی رحمت ہی تو ہے، ہم سب کو خصوصیت کے ساتھ نوجوانوں کو غور کرنا ہے کہ اس ''شب برأت'' میں اپنے گناہوں سے توبہ کریں، اللہ کی بارگاہ میں مغفرت چاہیں، جب رحمت الٰہی خود بندوں کو بلا رہی ہے یہ اس کا کرم واحسان ہے۔

جوانی میں توبہ کرنا پیغمبروں کی سنت ہے

صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ جب انسان گناہ گار ہوجائے، گناہ کا زہر چڑھ جائے تو فوراً توبہ واستغفار کا تریاق (زہر کی دوا جو فوراً اثر کرتی ہے) استعمال کرو، اس سے اسی وقت اس گناہ کا

*مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ اسلام نگر، کپالی، جمشید پور، جھارکھنڈ کے خطیب وامام ہیں۔

زہر اتر جائے گا، حدیثوں میں جوانی کی توبہ اور گناہ سے فوراً توبہ کی بڑی فضیلت آئی ہے، حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیز گار
در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری

(یعنی جوانی میں توبہ کرو یہ پیغمبروں کا طریقہ ہے بڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی متقی و پرہیزگار بن جاتا ہے)

اس لئے کہ اس وقت نہ منھ میں دانت رہے نہ پیٹ میں آنت رہیں، اب تو ظلم کرنے کی طاقت ہی نہیں، اس لئے اب پرہیزگار نہیں بنے گا تو اور کیا بنے گا۔ آدمی جوانی میں توبہ کرے جب کی قوت اور طاقت موجود ہے اور گناہوں کا تقاضہ بھی شدت سے پیدا ہو رہا ہے لیکن یہ سب ہوتے ہوئے اللہ کے خوف سے آدمی گناہوں سے بچ جائے یہ کمال ہے، توبہ کے لئے بوڑھے ہونے کی راہ دیکھنا یا متبرک دن وراتوں کا انتظار کرنا سستی اور کاہلی ہے، ہم اور خاص کر ہمارے نوجوانوں کی طبیعت میں سستی اور کاہلی آگئی ہے، ہم آج کے کام کل پر ٹالتے ہیں، ہم ''پھر کبھی'' کا شکار ہیں، ٹال مٹول، تاخیر، تساہلی، سست روی ہمارے دین و دنیا و مستقبل کے لئے انتہائی تباہ کن ہیں، یہ نشہ آور چیزوں سے زیادہ نقصاندہ ہیں۔

امام عبدالرحمن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (۵۱۱۔۵۹۷ھ) نے اپنی کتاب منہاج القاصدین میں توبہ کے باب میں ایک الگ باب قائم فرمایا ہے، باب تسویف (آئندہ کرلوں گا) کے بارے میں لکھا ہے: آئندہ پر ٹالنے والے بالعموم ہلاک ہوتے ہیں کیونکہ وہ ایک ہی جیسی دو چیزوں میں فرق کرجاتے ہیں، آئندہ پر ٹالنے والے کی مثال اس آدمی کی سی ہے جیسے ایک درخت، وہ دیکھے کہ درخت بہت مضبوط ہے، شدید مشقت سے اکھڑے گا تو وہ کہے کہ میں ایک سال بعد اس کو اکھاڑنے آؤں گا، وہ یہ نہیں جانتا کہ درخت جتنی مدت باقی رہے گا، مضبوط ہوتا جائے گا اور خود اس کی عمر گزرتی جائے گی، وہ کمزور ہوتا جائے گا، جب وہ طاقت ور ہونے کے باوجود درخت کی کمزوری کی حالت میں اسے نہیں اکھاڑ سکتا تو جب وہ کمزور ہوجائے گا اور درخت زیادہ طاقتور تو پھر اس پر کیسے غالب آسکے گا۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ ٹال مٹول شیطان کا شعار ہے جس کو وہ مسلمانوں کے دلوں میں بٹھاتا ہے، امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمر کے سانسوں میں ہر سانس ایک نفیس جوہر ہے جس کا معاوضہ کوئی چیز نہیں ہوسکتی، مسلمانوں کو اپنی جان کی خاطر اپنی جان کو آخرت کی خاطر، دنیا کو بڑھاپے سے پہلے جوانی کو اور موت سے پہلے زندگی کو کام میں لانا چاہئے، داناؤں کی رجسٹروں میں ''کل'' کا لفظ کہیں نہیں ملتا، البتہ بے وقوفوں کی جنتریوں میں یہ بکثرت مل سکتا ہے، کل کا لفظ ایسے لوگوں کے لئے ہے جو صبح سے شام تک خیالی پلاؤ پکاتے رہتے ہیں اور شام سے صبح تک خواب دیکھتے رہتے ہیں۔

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عقل مند وہ آدمی ہے جو اپنے نفس کو اپنے تابع رکھے اور موت کے بعد کام آنے والے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کے پیچھے لگ جائے اور اللہ سے بھلائی کی امید رکھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یامت کا حساب ہونے سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرو اور اعمال کا وزن ہونے سے پہلے ان کو تولو اور بڑی پیشی کے لئے تیاری کرو، سورۃ حاقہ میں ارشاد ربانی ہے کہ اس دن تم پیش کئے جاؤ گے، تم سے کوئی چیز مخفی نہ رہے گی۔

توبہ ایمان والوں کے لئے تحفہ ربانی ہے

مولائے رحیم کا ارشاد ہے: اور اللہ وہی ہے جو بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ [القرآن، سورۂ شوریٰ، آیت ۲۵]

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ توبہ سے گناہ کبیرہ بھی معاف ہوجاتے ہیں، توبہ واستغفار کی بڑی اہمیت وفضیلت ہے، احادیث میں بھی اس کا ذکر کثرت سے موجود ہے۔

ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: یَا اَیُّهَا النَّاس

تُوبُوا اِلٰی رَبِّکُم فَاِنِّی اَستَغفِرُ اللہَ وَاَتُوبُ اِلَیہِ فِی الیَومِ اَکثَرَ مِن سَبعِینَ مَرَّۃ۔ یعنی لوگو بارگاہِ الٰہی میں توبہ استغفار کیا کرو میں بھی اللہ کے حضور روزانہ ۷۰ ر بار سے زیادہ توبہ کرتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ﷺ نے فرمایا کہ جادوگر، کاہن سود خور اور بدکار یہ وہ لوگ ہیں کہ اپنے گناہوں سے توبہ کئے بغیر ان کی مغفرت نہیں ہوسکتی۔

لہٰذا ایسے لوگوں کو چاہئے کہ اپنے گناہوں سے سچی توبہ کریں اور اس مبارک شب برأت کے فیضان سے مالا مال ہوں۔

محروم وکم نصیب لوگ

بلا شبہ شب برأت کو رحمت خداوندی وافر مقدار میں بندوں پر نازل ہوتی ہے اور گناہ گاروں کی بگڑی سنورتی ہے، لیکن چند ایسے افراد بھی ہیں جو بعض گناہوں کی وجہ سے اس رات کی برکات اور فضل خداوندی سے محروم رہ جاتے ہیں، رشوت لینے والا، ظالم سپاہی، کاہن، لوگوں سے مال لے کر امراء کو دینے والا، لہو ولعب کے لئے مزامیر رکھنے والا، مشرک، دنیاوی عداوت رکھنے والا، قطع رحمی کرنے والا، ازراہِ تکبر کپڑا ٹخنے سے نیچے لٹکانے والا، والدین کا نافرمان، دائمی شرابی، جادو کرنے والا، بلا وجہ کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ سلام وکلام نہ کرنے والا، زنا کار، جاندار کی تصویر بنانے والا، جھوٹی قسم کھا کر مال بیچنے والا، بدعتی، جس کے دل میں صحابہ کرام کا بغض ہو۔ [مسند امام احمد شعب الایمان جلد ۳/صفحہ ۳۸۳]

توبہ کرنے والا اللہ کا دوست ہوتا ہے

اللہ پاک ہمیشہ ہر قوم کے گناہ معاف کرنے والا ہے، کافروں کی توبہ کفر سے، مومنوں کی توبہ گناہوں سے، خیال رہے گناہوں سے انکار کرنا بے حیائی اور ڈھٹائی ہے، گناہ کا اقرار کرنا نادم ہونا اچھی بات ہے، یہ ٹھیک ہے کہ شب برأت اور دیگر مقدس ایام والی راتوں میں توبہ زیادہ قبول ہوتی ہے لیکن گناہ کرنے کے بعد توبہ کو ان مقدس دنوں اور راتوں کے لئے اٹھا رکھنا بدترین جرم وشقاوت ہے، کیا معلوم ایسے دن اور ایسی راتیں آنے سے قبل ہی موت آجائے اور گناہوں کا بوجھ لے کر خدا کے حضور پیش ہونا پڑے۔ ے

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

شب برأت اور دیگر مقدس راتوں کو عبادت کے لئے جاگنے والے حضرات نماز عشا اور نماز فجر باجماعت ادا کرنے کا خصوصی اہتمام کریں، اس رات زیادہ سے زیادہ نوافل پڑھیں، قرآن کی تلاوت کریں، زیارت قبور کو جائیں، تمام مرحومین کو ایصال ثواب کریں، کثرت سے توبہ کریں، آتش بازی خرافات اور رات بھر گھوم پھر کر وقت برباد نہ کریں، مسلمان اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں، سنجیدگی سے اس رات کی فضیلت و برکات کو دامن میں سمیٹیں، اپنے اور تمام عالم اسلام کی بھلائی کے لئے دعا کریں، اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ ■■■

ص ۴۵ رکا بقیہ..........................

ناموسِ رسالت اور عظمتِ محبوب ﷺ تھی؛ اِس لیے امام اہلِ سنّت نے اِس کا حل یہ نکالا کہ دلوں میں محبت رسول ﷺ کی روح پھونک دی۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسمِ محمد سے اُجالا کر دے

محبت کی معراج عشق ہے، عشق رسول ﷺ وہ جذبہ صالح ہے جس سے ایک طرف ایمان کو تازگی ملتی ہے، دوسری طرف باطل قوتوں کے مقابل اسلامی شوکت کا پیغام مشتہر ہوتا ہے، اس لیے کہ عشقِ رسول کی بنیاد پر مسلمانوں نے دُنیا کے ہر خطے میں اسلام کی کامیاب اشاعت کی اور دلوں کی بزم میں خوش گوار انقلاب برپا کیا، مسلم معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنے کے لیے آپ کی اصلاحی خدمات خاصی اہمیت کی حامل ہیں، معاشرے کے ہر ایسے پہلو کی اصلاح کی جس کے ذریعے انسانیت بھلا پائے اور ایمان تازہ ہو، جہاں آپ نے عقیدے کی اصلاح کی اور صاف ستھرے مسائل لوگوں تک پہنچائے، وہیں اعمال کی اصلاح بھی کی، برائیوں کے خلاف فتاویٰ صادر کیے جن کی اسی زمانے میں اشاعت بھی ہوئی، امام اہلِ سنّت کے خلفا و شاگردوں نے بھی آپ کے مشن کو اکنافِ عالم میں پہنچایا۔ ■■■

سیرت رسول

گوہر آبدار

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی*

مدینہ میں چاروں طرف مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ رہی ہے، تمام گلیاں دلہن کی طرح سجادی گئی ہیں، مدینہ کا ذرہ ذرہ آفتاب عالمتاب سے زیادہ روشن نظر آرہا ہے، ہر چہار جانب جوش وخروش کی کیفیات نظر آرہی ہیں، مدینے کا ہر فرد شوقِ انتظار میں اس طرح بے تاب وبے قرار نظر آرہا ہے کہ اس کے لیے ہر پل ایک صدی جیسا معلوم ہوتا ہے، الغرض مدینہ والوں کی امنگیں دیکھ کر ہر زبان برملا کہتی ہے کہ ایسا جوش مدینہ کی دھرتی پر اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا، فدائیوں کی یہ کیفیت تھی کہ صبح سے پہاڑیوں کی چوٹیوں پر کھڑے ہوکر روزانہ اس نوری پیکر کا انتظار کرتے کہ جس کی آمد کی خبر پورے مدینے میں ہواؤں کی طرح پھیلی ہوئی تھی، جب سورج گرم ہوجاتا، دھوپ کی حدّت بڑھ جاتی اور ان کی آنکھوں کے سامنے مایوسی کے تاریک بادل چھا جاتے تو وہ تھکے ہارے مسافروں کی طرح اپنے گھر واپس ہوجاتے، روزانہ ان کا یہی معمول تھا۔

مگر ایک دن اچانک دور سے ایک یہودی کی نگاہ سرکار پر مرکوز ہوجاتی ہے اور اسے سرکار کی آمد کا یقین ہوگیا تو اس نے فرطِ جذبات میں شیدائیوں کو آواز دی کہ وہ دیکھو! تمہارے مقصد ومقصود کی نوری شعاعیں پھوٹ رہی ہیں، اتنا سنتے ہی سارے مشتاقانِ دید جوق درجوق سرورِ عالم ﷺ کے استقبال اجلال کے لیے پروانہ وار چل پڑے اور مرحبا اھلاً و سھلاً کی فلک شگاف آواز فضا میں گونجنے لگی، ہر فرد خواہ جوان ہو کہ بوڑھا، عورت ہو کہ مرد، چھوٹا ہو کہ بڑا بیک زبان کہنے لگا: جاء رسول اللہ وجاء نبی اللہ۔

مدینہ والوں نے سرکار کو اپنی آنکھوں میں بٹھایا اور آپ کے قدموں میں اپنا من دھن تن سب قربان کردیا، شاید ہی کوئی ایسا لمحہ ہو کہ سرکار کی بارگاہ میں جاں نثاروں کا اژدہام نہ رہا ہو، حتی کہ آپ کی زیارت سے شرف یاب ہونے کے لیے وہ یہودی و عیسائی بھی آیا کرتے تھے جو مسلمانوں کو پھوٹی آنکھ بھی دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے لیکن تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ سرکار ہر ایک کے ساتھ اخلاقِ حسنہ کا ایسا مظاہرہ فرماتے کہ نرا دشمن بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ دشمنانِ اسلام یہ سوچ کر آپ کی بارگاہ میں زیادہ دیر نہیں بیٹھتے تھے کہ مبادا آپ کی شیریں بیانی سن کر وہ اپنا آبائی مذہب چھوڑنے پر مجبور نہ ہوجائیں، لیکن پھر بھی وہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوکر اپنے قلب مضطر کو امن وسکون فراہم کرتے۔

رسول اللہ ﷺ لوگوں کے درمیان نصیحتوں اور ہدایتوں کے انمول موتی لٹاتے گئے، لوگ آپ کے مواعظِ حسنہ سے سرشار ہونے کے لیے آپ کی جانب سبقت کرنے لگے، ان سبقت کرنے والوں میں عبداللہ بن سلام سرفہرست تھے، یہ وہی عبداللہ بن سلام ہیں کہ جن کا شمار احبارِ یہود میں ہوتا تھا، تمام یہودی آپ کی علمی تمکنت اور جاہ وجلال کے سامنے اپنے آپ کو طفل مکتب سمجھتے تھے، ہمیشہ آپ کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان رہتے، اپنے دینی مسائل کا حل آپ ہی سے نکالتے، آپ کا قول قولِ فیصل کی حیثیت رکھتا تھا اور آپ سارے یہودیوں کے روحانی پیشوا مانے جاتے تھے۔

عبداللہ بن سلام پہلی بار بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، جوں ہی سرکار کے روئے انور کی تابشیں دیکھیں تو بے ساختہ بول پڑے کہ یہ چہرہ کسی کذاب کا ہو ہی نہیں سکتا۔ اس چہرے سے تو صدق وصفا کی ضیاپاشی ہورہی ہے، سرکار کے رخِ زیبا کی کیا زیارت ہوئی عبداللہ بن سلام کے دل کی دنیا یکسر بدل گئی،

* مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت کے معتبر ناقد وادیب ہیں۔

آپ کے اندر ایک عظیم لاہوتی انقلاب رونما ہو گیا، نہ چاہ کر بھی آپ بارگاہِ مصطفیٰ میں بیٹھ گئے، آپ کی نگاہیں یہ دیکھ کر خیرہ ہونے لگیں کہ پورا ماحول سرورِ کائنات کے نور سے تابندہ و درخشندہ نظر آرہا ہے اور آپ کو اس نورانیت کے سامنے چاند کی چاندنی اور ستاروں کی چمک ماند پڑتی محسوس ہونے لگی۔

جب سرکار نے اپنی حلاوت آگیں زبان سے وعظ ونصیحت کا آغاز فرمایا تو ایک ایک حرف آپ کے دل میں اترتا چلا گیا، وعظ کیا تھا شعورِ زندگی کا بیش بہا گنجینہ اور لازوال درسِ انسانیت کا بے مثال خزینہ تھا، سب سے پہلے سرکار نے ارشاد فرمایا: **افشو السلام**۔ اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ، یعنی جب اپنے بھائی سے ملاقات ہو تو اس پر سلامتی کے پھول برساؤ، **حاشا و کلا** اپنے سلام کو فقط اعزہ واقارب اور شناسائیوں کے ساتھ مختص نہ کرنا بلکہ کسی سے بھی ملاقات ہو خواہ وہ کسی خاندان کا ہو یا کسی بھی قبیلے سے تعلق رکھتا ہو اسے سلام کرو کیوں کہ جب وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا تو وہ بلا شبہ تمہارے سلام کا حق دار بن گیا، سرکار نے یہ بھی فرمایا کہ سلام اس قدر آہستہ سے نہ کہو کہ جسے سلام کہا جا رہا ہو وہ سن بھی نہ سکے۔

جب عبد اللہ بن سلام نے مدینہ کی دھرتی پر سرورِ کائنات ﷺ کے پہلے وعظ کا پہلا جملہ سنا تو آپ کے قلب میں کیف و سرور اور عقیدت ومحبت کی شمعیں جل اٹھیں، آپ نے سرکار کے نوری کلمات کی جانب اپنی تمام تر توجہ مرکوز فرما دی۔

پھر سرکار نے فرمایا: **اطعمو الطعام**۔ یعنی اے لوگو! اگر اللہ نے تمھیں استعداد اور استطاعت بخشی ہے تو فقط خود کو آسودہ نہ کرو بلکہ فقرا ومساکین کے ساتھ بھی ہمدردی وغم خواری کا مظاہرہ کر کے اخوت وبھائی چارگی کی مثال قائم کرو، کبھی تم یہ گوارا نہ کرنا کہ تم سیری حاصل کر لو اور اپنے محتاج ونادار بھائی کو بھوک اور پیاس کی تیرہ وتار وادی میں تنہا بے یار ومددگار بھٹکتا چھوڑ دو، جب سرکار کے مواعظِ حسنہ کا دوسرا جملہ عبد اللہ بن سلام کے کانوں سے ٹکرایا تو آپ کی جانب رغبت اور بڑھ گئی۔

پھر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: **وصلو الارحام**۔ یعنی اپنے اعزہ واقارب سے غیروں جیسا سلوک نہ کرو بلکہ ان کے ساتھ صلۂ رحمی کرو اور ان کے مصائب وآلام میں برابر کے شریک ہو کر بلندئ انسانیت کی آخری حدوں کو چھو لو، جب عبد اللہ بن سلام نے سرکار کی مقدس زبان سے صلۂ رحمی کی دعوتِ بلیغ سنی تو آپ سرکار پر وارفتہ ہونے لگے اور آپ کے اندر دیوانگی کا پر نور سماں چھانے لگا۔

پھر سرکار نے فرمایا: **صلوا باللیل والناس نائمون**۔ اے لوگو! رات کے اس حصے میں بارگاہِ خداوندی میں نیاز مندانہ سجدے گزارو کہ جب سارا عالم محوِ خواب ہو، تمہاری یہ عبادت خداوند قدوس کی رحمتیں اپنے دامن میں سمیٹ لے گی اور تم پر ربِّ کونین کے لطف وکرم کی اس قدر موسلا دھار بارش ہو گی کہ تم دونوں جہاں میں کامیاب ہو جاؤ گے اور تمہارا ذوقِ عبادت حسن نمو سے سرشار ہو جائے گا، سرکار کی زبان فیض ترجمان سے آخری جملہ جوں ہی صادر ہوا عبد اللہ بن سلام کا مزاجِ یہودیت متزلزل ہو گیا اور دل تھا کہ سرکار کی جانب کھنچا چلا جا رہا تھا مگر آپ نے تھوڑا سا ضبط وصبر سے کام لیا اور اپنے گھر واپس ہو گئے، جب گھر پہنچے تو رات کی شہزادی اپنی سیاہ زلفیں بکھیر چکی تھی، ہر طرف ایک سناٹے کا عالم طاری تھا، سارے لوگ اپنے اپنے بستر پر دراز ہو کر مزے کی نیند لے رہے تھے، عبد اللہ بن سلام نے بھی خود کو بستر کے حوالے کر دیا مگر بقول شاعر ؎

میں تو آنکھوں میں جگہ دینے کو حاضر تھا اسے
پر نیند ظالم سے یہ پوچھو کہ کبھی آئی بھی

آپ کی ہزار کوششوں کے باوجود نیند روٹھی ہی رہی، حال یہ تھا کہ رات بھی آپ کو طویل سے طویل تر محسوس ہونے لگی، ایک ایک لمحہ عرصہ کی دبیز چادر اوڑھے بے حرکت وساکت نظر آنے لگا، ایسا لگتا تھا کہ رات نے نہ ختم ہونے کا عہد وپیماں کر رکھا ہے، بار بار آپ کی نگاہوں کے سامنے سرکار کا پر نور چہرہ جلوہ طراز ہوتا اور شیریں کلامی کانوں سے آشنا ہونے لگتی تو آپ کو شوق زیارت مست وبے خود کر کے اضطرابی کیفیت سے دوچار کر دیتا، آپ صبح کی سپیدی کا شدت سے انتظار کر رہے تھے، جوں توں کر۔

کے رات گزاری اور انتظامِ فطرت کے مطابق صبح اُجالوں کا گراں مایہ تحفہ لے کر جلوہ بار ہوگئی۔

عبداللہ بن سلام دیوانہ وار سرکارِ ابد قرار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور انتہائی ادب و احترام کے ساتھ آپ کے سامنے ایسے تین سوال رکھے جس کا جواب سوائے نبی کے کوئی نہیں جانتا تھا، دراصل عبداللہ بن سلام نے مزید اطمینان اور وجہِ بصیرت کے لیے سلسلۂ سوال شروع کیا ویسے تو آپ کو تصدیق بالجنان حاصل ہو چکی تھی لیکن اقرار باللسان کے لیے اثبات ایمانی کی راہیں ہموار کر رہے تھے۔

آپ نے سرکار سے پہلا سوال کیا حضور! یہ بتائیے کہ علاماتِ قیامت میں سے وہ کون سی علامت ہے جو اس خاکدانِ گیتی پر پہلے ظاہر ہوگی، سرکار نے فوراً جواب مرحمت فرمایا کہ قیامت کی سب سے پہلی علامت یہ ہوگی کہ مشرق کی جانب سے ایک آگ نمودار ہوگی جو لوگوں کو مغرب کی طرف اس طرح ہنکا کر لے جائے گی جس طرح چرواہا بکریوں کو ہنکا لیتا ہے۔

عبداللہ بن سلام نے دوسرا سوال کیا کہ روزِ محشر حساب و کتاب کے بعد جب جنتیوں کو جنت الفردوس میں داخل کیا جائے گا تو انہیں سب سے پہلے کونسا کھانا پیش کیا جائے گا، سرکار نے بلا تامل ارشاد فرمایا کہ جنتیوں کے لیے سب سے پہلا کھانا اس مچھلی کی کلیجی ہوگی جس کی پشت پر زمین قائم ہے اور وہ کھانا اس قدر لذیذ و مرغوب ہوگا کہ اس کی لذت سے جنتیوں کی زبان دنیا میں نا آشنا رہی ہوگی، اس سلسلے میں حدیثوں میں آیا ہے کہ اس دن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے زمین کو سفید روئی کی مانند کر دے گا۔

عبداللہ بن سلام نے تیسرا سوال کیا حضور! کیا سبب ہے کہ کوئی بچہ باپ کا شبیہ ہوتا ہے کوئی بچہ ماں کا، حضور ﷺ نے بلا تاخیر جواب فرمایا کہ والدین میں جس کا نطفہ رحم مادر میں پہلے یا زیادہ پڑتا ہے بچہ اسی کے مشابہ ہوتا ہے۔

جب عبداللہ بن سلام نے اپنے عجیب وغریب سوالوں کا نہایت صحیح و معقول جواب سرکار کی زبانِ مقدس سے سنا تو فرطِ جذبات میں فوراً سرکار کے قدم ناز پر اپنا سر رکھ دیا اور بے ساختہ پکار اٹھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ خدا ایک ہے اور آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، پھر اس کے بعد آپ نے فرمایا، سرکار! یہودی ایک ایسی قوم ہے جو مکاری و فریب کاری میں اپنا جواب نہیں رکھتی، کذب و بہتان اس کا اوڑھنا بچھونا بن کر رہ گیا ہے، وہ سب کے سب اس امر سے بالکلیہ آشنا ہیں کہ آپ کے اعلانِ نبوت سے سابق ادیان منسوخ ہو گئے اور آپ اللہ کے سچے رسول ہیں توریت میں جابجا آپ کی صداقت و رسالت کا تذکرہ ہے نیز آپ پر ایمان لانے کی ہدایت، مگر وہ لوگ ان سب باتوں سے واقف ہونے کے باوجود آپ پر ایمان نہیں لاتے اور بغض وعناد کی بنیاد پر ہمیشہ دیدہ ودانستہ آپ کی تکذیب کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور توریت کی ان عبارتوں کو مخفی رکھتے ہیں جو آپ کی تصدیق نبوت پر روشن دلیلیں ہیں جب انہیں معلوم ہوگا کہ میں نے مذہب یہودیت کو خیرآباد کہہ دیا ہے اور میں نے آپ کی غلامی کا طوق گلے میں ڈال لیا ہے تو وہ لوگ لعن طعن پر اتر آئیں گے، پھبتیوں کی بارش کریں گے اور مجھ پر قسم قسم کے بہتان باندھیں گے، ہر چند کہ وہ لوگ مجھے علم وسیادت میں یکتائے روزگار، اپنا متفق علیہ سردار، اعلم بن اعلم اور افضل بن افضل تسلیم کرتے ہیں اور میرے قول کے سامنے بلا چوں وچراں اپنا سر خم کیے رہتے ہیں مگر تاہم وہ اپنی عادتِ قبیحہ اور فطرتِ رذیلہ کی بنیاد پر مجھے بے جا الزام و بہتان کا شکار بنائیں گے اس لیے میں آپ کی بارگاہ میں عریضہ پیش کر رہا ہوں کہ اس سے پہلے کہ میرا ایمان لانا ظاہر ہو آپ فلاں فلاں علمائے یہود کو اپنے پاس بلا کر امتحان لیجئے اور میرے سلسلے میں حالات دریافت فرمائیے تاکہ ان کے خیالات ونظریات کھل کر سامنے آسکیں، جب انہیں کی تلوار سے ان پر زد پڑے گی تو پھر ان کی ناپاک زبانیں ہمیشہ کے لیے گنگ ہو کر رہ جائیں گی۔

سرکار نے حضرت عبداللہ بن سلام سے فرمایا اے میرے جاں نثار صحابی! گھبرانے کی چنداں ضرورت نہیں ایسا کرو کہ تم اس پوشیدہ مقام میں ٹھہرے رہو میں ابھی علمائے یہود کو بلاتا ہوں،

چنانچہ سرکار ابد قرار کی دعوت پر علماء یہود کی ایک بڑی جماعت بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئی سرکار نے اپنی زبان بلاغت نظام سے ارشاد فرمایا کہ تم اس بات سے اچھی طرح واقف و آشنا ہو کہ خداوند قدوس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس کا رسول برحق ہوں، حقِ تعالیٰ نے مجھے اس روئے زمین پر جملہ بنی نوع آدم کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا ہے، کیا تم نے یہ باتیں توریت میں نہیں پڑھی ہیں؟ مکار یہودیوں نے فوراً انکار کر دیا کہ نہیں ہم نے نہ آیتیں پڑھی ہیں اور نہ ہم یہ جانتے ہیں کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ہیں۔ یہودیوں کی فریب کاری سرکار کو پہلے ہی سے معلوم تھی کہ سب کچھ جان کر محض اس لیے اخفائے حق کرتے ہیں کہ ان کی سرداری اور دنیاوی نام ونمود پر کوئی حرف نہ آسکے، خداوند قدوس نے انہیں یہودیوں کے حق میں ارشاد فرمایا: **یعرفون کما یعرفون ابناء ھم** ۔ یعنی یہ لوگ نبی آخر الزماں کو ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو۔

یہاں ایک بات قابلِ غور ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کی معرفت کو بیٹوں کی معرفت سے تشبیہ دی نہ کہ باپ سے، اگر اس تشبیہ کا بالغائر جائزہ لیا جائے تو اس کی چند اہم وجہیں سمجھ میں آتی ہیں، پہلی وجہ یہ ہے کہ بیٹا اپنے باپ کو بلا دلیل صرف لوگوں سے سن کر جانتا ہے کہ یہ میرا باپ ہے مگر باپ اپنے بیٹے کو مختلف دلائل سے جانتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے مثلاً اپنے نکاح سے، قرار حمل سے، ولادت سے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح یہود بھی حضور ﷺ کو محض سن کر نہیں بلکہ دلائل و براھین سے جانتے تھے کہ یہ اللہ کے رسول برحق ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ بیٹا دنیا میں آکر باپ کو پہچانتا ہے مگر اس کے برعکس باپ اپنے بیٹے کو اس کی ولادت سے قبل جانتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اسی طرح یہود حضور ﷺ کو قبل ولادت باسعادت بخوبی جانتے تھے کہ محمد بن عبداللہ خداوندِ قدوس کے آخری رسول بنا کر مبعوث ہوں گے اگر یہ بات نہ ہوتی تو پھر یہود سرورِ کائنات ﷺ کی آمد کی دعائیں مانگتے اور نہ آپ کی آمد کا انتظار کرتے اور نہ آپ کی بعثت کے بعد مدینہ پاک میں گھر گھر جا کر آپ کی آمد کا مژدہ سناتے، تیسری وجہ یہ ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی فوراً نہیں جان لیتا ہے کہ یہ میرا باپ ہے بلکہ کچھ عرصہ کے بعد جب اس کا شعور بیدار ہوتا ہے تو اپنی ماں اور دیگر اقارب سے سنتا ہے تو اسے اپنے باپ کا علم ہوتا ہے، مگر باپ کا معاملہ بیٹے سے بالکلیہ مختلف ہے کیوں کہ باپ اپنے بیٹے کو اول ہی جانتا ہے کیوں کہ وہ اپنے بیٹے کے جاننے کے سلسلے میں نہ بلندیٔ شعور کا محتاج ہے اور نہ کسی کے قول و قرار کا، اسی طرح بلا شبہ و تمثیل یہود تو یہود بلکہ سارا عالم حضور ﷺ کو عہدِ طفولیت ہی سے جانتا تھا کہ بلاشبہ یہ اللہ کے برگزیدہ رسول برحق ہیں، کیوں کہ دنیا نے پہاڑوں کو آپ کو سلام پیش کرتے دیکھا، حجر کو آپ کی آمد کی خوش خبری دیتے ہوئے دیکھا، درختوں کو آپ پر سایہ کے لیے جھکتے دیکھا، چاند کو آپ سے باتیں کرتے دیکھا، جانوروں کو آپ کی بارگاہ میں سجدے گزارتے دیکھا

بالائے سرش زہوشمندی ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ می تافت ستارۂ بلندی

جب یہ آیت يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ نازل ہوئی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی پیاری بات کہی، آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنے بیٹوں سے کہیں زیادہ اس بات پر یقینِ کامل ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ اللہ کے رسول ہیں کیوں کہ بیٹے پر بیٹے ہونے کا شک تو ہوسکتا ہے لیکن رسولِ کونین کی رسالت پر شک تو شک اس کا شائبہ بھی نہیں ہوسکتا۔

پھر سرکار نے یہودیوں سے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ عبداللہ بن سلام کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ سارے یہودیوں نے بیک زبان کہا ارے ان کا کیا پوچھنا وہ تو ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے فرزند ارجمند ہیں، ہم میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور ہم میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے کے نورِ نظر اور ہم میں سب سے زیادہ فضیلت کے مالک اور ہم میں سب سے زیادہ باشعور و دانا اور ہم میں سب سے زیادہ فضیلت کے مالک کے چشم و چراغ ہیں، ہم میں سب سے زیادہ باشعور و دانا کے لختِ جگر ہیں بلکہ حد تو یہ ہے کہ ان کے سارے آبا و اجداد ہمارے بزرگ و پیشوا رہے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم عبداللہ بن سلام کی اس قدر

تعریف کر رہے ہو اور نہ صرف یہ کہ وہ تمہارے پیشوا اور تم میں زیادہ علم وفضل والے ہیں بلکہ ان کے سارے آبا و اجداد تم میں افضل واعلم رہے ہیں تو پھر یہ بتاؤ کہ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو تمہارا رویہ کیا ہوگا؟ کیا تم اپنے سردار کے اتباع میں حق وصداقت کی ٹھنڈی چھاؤں میں آ کر حلقۂ بگوش اسلام ہو جاؤ گے؟ یہودیوں نے جواباً کہا کہ آپ یہ کیا انہونی سی بات بول رہے ہیں؟ ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ عبدللہ بن سلام اور اسلام کے مابین مکمل تضاد وتباین ہے، ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ عبداللہ یہودیت سے الگ ہو کر اسلام کے اسیر بن جائیں، خدا انہیں اسلام سے دور ونفور رکھے، جب سرکار نے بار بار مذکورہ سوال دہرایا تو یہودی بعینہ یہی جواب دیتے رہے تو آپ نے فرمایا اے ابن سلام! باہر آؤ، جوں ہی سرکار کی آواز پرنور حضرت عبداللہ بن سلام نے سنی آپ لبیک کہتے ہوئے اور کلمۂ شہادت کا ورد کرتے ہوئے دیوانہ وار باہر نکل آئے اور پرجوش لہجے میں فرمایا اے گروہِ یہود! عاقبت نا اندیش نہ بنو، اپنے دل میں خشیت الٰہی پیدا کرو، کچھ تو رب تعالیٰ کی قہاریت کا خوف کرو، تم اچھی طرح جانتے ہو کہ محمد بن عبداللہ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ ہی خاتم النبین ہیں، آج تمہارے لیے یہ سعادت مندی کا سنہرا موقع ہے للہ تم اس موقع کو ضائع نہ کرو، آؤ بانگِ دہل سرورِ کائنات ﷺ پر ایمان لاکر اسلام کی حقانیت کا اعلان کر دو، اسی میں تمہارے لیے خیر ونجات کا بے بہا خزانہ مضمر ہے۔

یہودیوں نے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہا اے عبداللہ بن سلام! اپنی زبان پر لگام لگاؤ، تم سراسر جھوٹ بولتے ہو کہ ہم جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور انہیں کے سر پر ختمِ نبوت کا تاج رکھا گیا ہے جب کہ حق تو یہ ہے ہم انہیں سرے سے پہچانتے ہی نہیں تو پھر ان پر ایمان لانے کا کیا سوال، جن یہودیوں نے تھوڑی دیر پہلے حضرت عبداللہ بن سلام کی تعریف وتوصیف میں آسمان کے قلابے ملا دیئے تھے وہی آپ کی تنقیص وتذلیل میں حد سے متجاوز ہوتے دکھائی دے رہے تھے۔

بلفظ دیگر جنھوں نے آپ کی ذات کو اوجِ ثریا سے بلند تر بتایا تھا انہیں لوگوں نے پل بھر میں آپ کو تحت الثرا پہ لا گرایا، جو عبداللہ بن سلام کو سیدنا ابن سیدنا، اعلمنا ابن اعلمنا اور افضلنا ابن افضلنا گردانتے تھے، وہی انہیں ارذلنا ابن ارذلنا، اجھلنا ابن اجھلنا کہنے لگے، یعنی عبداللہ بن سلام ہم میں بدترین اور بدترین کے بیٹے اور ہم میں جاہل ترین اور جاہل ترین کے بیٹے ہیں، العیاذ باللہ۔

سچ تو یہ ہے کہ یہودی حضرت عبداللہ بن سلام کی اہانت و تحقیر کی انتہائی منزل پہ اتر آئے، لیکن صحابۂ کرام نے آپ کی راہوں میں عقیدت کی پلکیں بچھا دیں، حضور ﷺ نے صحابیت کی عظیم قدر ومنزلت سے سرفراز و بہرہ ور فرمایا اور خداوند عالم نے انہیں اپنی رحمتوں کی آغوش میں لے لیا، اسی طرح بحر اسلام کے ایک اور "**گوہرِ آبدار**" کی ضوفشانی و درخشانی سے پوری کائنات جگمگا اُٹھی۔

صرف یہی نہیں بلکہ آپ پر ربِ کائنات کا ایسا فیضان ہوا کہ آپ کے حق میں آیتِ قرآنیہ کا نزول ہوا۔ چنانچہ آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد جب آپ کی قوم بنی قریضہ اور بنی نضیر نے آپ کا سوشل بائیکاٹ کیا یہاں تک کہ آپ سے ہر قسم کی رسم و راہ پر مکمل پابندی عائد کر دی تو آپ بتقاضائے فطرتِ بشری سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی قوم کی شکایت لے کر حاضر ہوئے اور قوم میں تنہا رہ جانے کے کرب کا اظہار کیا تو اس موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی دل جوئی کے لیے یہ آیتِ مقدسہ اتاری:

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ۔ یعنی تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ [پ ٦، رکوع ٨]

ربِ کائنات نے اپنی شانِ کریمی سے یوں دل جوئی فرمائی کہ عبداللہ بن سلام تمہارے اعزہ و اقارب بقیہ ص ۱۵ پر

تحقیقات

(از: مفتی محمد راحت خاں قادری*)

مولوی عبد الاوّل جونپوری اور ان کی کتاب "مفید المفتی معرف بہ فقہ اسلامی" ایک نظر میں

رضا اکیڈمی ممبئی ہندوستان سے ایک کتاب بنام "فقہ اسلامی"، جس میں مصنف کے نام کی جگہ پر "حضرت مولانا عبد الاوّل جونپوری" لکھا ہوا ہے، ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۱ء میں بموقع ۹۳ ر سالہ عرس رضوی، نوری خصوصی طور پر شائع ہوئی، جب کہ اندرونی صفحہ پر ناشر کی جگہ "فقیہ ملت اکیڈمی" دار العلوم امجدیہ ارشد العلوم اوجھا گنج، بستی لکھا ہوا ہے، اس سے میں یہی سمجھا ہوں کہ یہ کتاب پہلے "فقیہ ملت اکیڈمی" سے شائع ہوئی، اس کے بعد "رضا اکیڈمی" نے بھی اس کتاب کو علمائے اہل سنت کی کتابوں میں شامل کر کے اس کی خصوصی اشاعت کر دی ہوگی۔

مذکورہ کتاب کے مصنف کے عقائد و نظریات کیسے تھے؟ اس کے متعلق ہمارے علمائے اہل سنت (کثر اللہ تعالیٰ سواد ہم) کی جانب سے کوئی حکم تو نہیں پڑھنے میں آیا، لیکن یہاں کچھ حقائق حوالوں کی روشنی میں درج کیے جاتے ہیں، جن سے مصنف مذکور کے بارے میں صحیح حالات معلومات حاصل کرنے میں مدد ضرور ملے گی۔

اولاً: مصنف مذکور کے باپ کا نام "کرامت علی جونپوری" ہے، مصنف مذکور نے اپنی تصنیف میں اپنے باپ کے حالات و واقعات کو یوں ذکر کیا ہے:

"حضرت مولانا (کرامت علی جون پوری) کے کچھ حالات اور مشہور واقعات جو بزرگوں کے سینوں میں مستور تھے، ان کو حضرت والد محترم مولانا حافظ عبد الاوّل صاحب رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف میں اور برادر مکرم مولانا حافظ ابو البشر صاحب رحمہ اللہ نے اپنی بعض تحریروں میں محفوظ کر رکھا تھا۔"

[سیرت مولانا کرامت علی جونپوری، ص ۴، مرتبہ مولانا عبد الباطن جونپوری، مرکز طالب العلوم، جون پور، ۱۳۶۷ھ]

مذکورہ کتاب "فقہ اسلامی" میں کرامت علی جون پوری کا تعارف ان آداب و القاب کے ساتھ پیش کیا ہے:

"مولانا کرامت علی بن مولوی ابراہیم معروف بہ شیخ امام بخش بن شیخ جار اللہ بن شیخ گل محمد بن شیک محمد دائم صدیقی حنفی جون پوری فقیہ، جید، محدث، مفسر، صوفی، قاری، مجود، خوشنویس، مرشد کامل مکمل، ہادی، واعظ، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، عالم ربانی، فاضل حقانی، صاحب طریقت، جامع حقیقت و شریعت مصنف کتب دینیہ تھے۔" [فقہ اسلامی، ص ۱۴۴، رضا اکیڈمی ممبئی]

ثانیاً: کرامت علی جونپوری، سید احمد رائے بریلوی کے مرید و خلیفہ تھے، مولوی رحمان علی نے "تذکرۂ علمائے ہند" میں یوں لکھا ہے:

"مولوی کرامت علی جونپوری صدیقی، شرع کے پابند، زاہد، واعظ، کثیر التصانیف والدرس، سید احمد رائے بریلوی کے مرید، مخلوق کے ارشاد و ہدایت میں بہت کوشش کرتے تھے۔"

[تذکرۂ علمائے ہند، از: مولوی رحمان علی، ص ۳۴۱، پاکستان ہسٹوریکل، کراچی، ۲۰۰۳ء]

"کرامت علی جونپوری" کی تعریف میں مصنف مذکور کے بیٹے نے یوں لکھا:

"آپ ("سید احمد" رائے بریلوی) کی پیدائش چودہ برس، سترہ دن کے بعد خدا نے آپ کے ایک بابرکت خلیفہ اور سچے نائب کو خدمت اسلام کے لیے پیدا کیا جن سے پیغمبروں اور نبیوں جیسا کام لیا، جن کی سعی اور جد و جہد نے علاوہ اضلاع ہند کے بنگال اور آسام کے وسیع خطہ کو گمراہی اور بے دینی سے بچا لیا، جن کا نام قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ کرامت علی جونپوری (کلمات ترحیم کو راقم نے ترک کر دیا) ہے۔"

[سیرت مولانا کرامت علی جونپوری، ص ۲: ، مرتبہ مولانا عبد الباطن جونپوری، مرکز طالب العلوم، جون پور، ۱۳۶۷ھ]

مذکورہ کتاب ''فقہ اسلامی'' میں یوں لکھا ہے:

''پھر بحکم اپنے مرشد برحق ''حضرت مولانا سید احمد مجدد (رائے) بریلوی کے آپ نے ہدایت کے لئے سفر بنگال اختیار فرمایا۔'' [فقہ اسلامی، ص ۱۴۵ : ، رضا اکیڈمی ممبئی]

اس کے بعد ''رجب علی'' کا تذکرہ کیا جو کہ ''کرامت علی جون پوری کے بھائی اور ''سید احمد رائے بریلوی'' کا مرید و خلیفہ تھا، اس کے علاوہ دوسرے گھر والوں کا بھی ذکر کر کے ان تمام کے لیے کلمات ترحیم کا استعمال کیا ہے۔ [مفہوماً، فقہ اسلامی، ص ۱۴۷، رضا اکیڈمی ممبئی]

ثالثاً: کرامت علی جونپوری کا نظریہ اسمٰعیل دہلوی کی ''تقویۃ الایمان'' کے بارے میں کیا تھا، اس کا اندازہ درج ذیل اقتباسات سے لگایا جاسکتا ہے:

''ایک اشتہار اس فقیر (کرامت علی جون پوری) نے مولانا محمد اسمٰعیل محدث (کلمات ترحیم کو راقم نے ترک کر دیا۔) کی تکفیر میں لکھا ہوا دیکھا تو اس اشتہار میں محدث مرحوم کی تکفیر کی وجہ لکھی تھی کہ ''تقویت الایمان'' کے الفاظ سے انبیا اور اولیا کی شان میں بے ادبی سمجھی جاتی ہے اور بے ادبی کا وہم پیدا ہوتا ہے، حق سبحانہ اس اشتہار کے لکھنے والوں کو دین کی سمجھ دے اور اس کا خاتمہ بخیر کرے یہ فتویٰ (جو کہ اشتہار میں تھا) اس نے اہل سنت کے مذہب کے خلاف لکھا، سو اس فقیر نے تقویۃ الایمان کو جو بغور دیکھا تو اس کا اصل مقصد سب اہل سنت کے مذہب کے موافق پایا اور عبادات اور الفاظ بھی اس کے بہت اچھے پائے گئے، بڑا افسوس ہے کہ بدعتیوں کی ساری بے سند اور بے دلیل رسموں اور شک و کفر کی چالوں کو دیکھ کے ان کو بدعتی اور مشرک اور کافر نہیں کہتے، باوجودیکہ وہ سب اس پر اڑ گئے اور اسرار اور ہٹ دھرم کرتے ہیں بلکہ اسی ہٹ نے اس کو اس اشتہار تک پہنچایا اور ایسی سندی کتاب کے مصنف ''شہید فی سبیل اللہ'' کو کافر کہتے ہیں نعوذ باللہ منہا۔

[مکاشفات رحمت، از: کرامت علی، بحوالہ: سیرت مولانا کرامت علی جونپوری، ص ۱۳۲ / ۱۳۳، مرتبہ مولانا عبد الباطن جونپوری، مرکز طالب العلوم، جون پور، ۱۳۶۷ھ]

اسی میں ہے:

''دوسرا مفسدہ یہ ہے کہ اس ملک (ہند) کے کلمہ گو خواص و عوام عورت و مرد اس قدر شرک میں گرفتار تھے کہ جاہلیت کے زمانہ کے مشرکین مکہ اور مشرکین ہندوستان سے بھی اعتقاد اور ضد میں کچھ بڑھ گئے تھے، سو مومنوں کی حمایت کرنے اور مشرکوں سے شرک کی اعتقاد اور ان کی ضد کے توڑنے کے واسطے ''حضرت مولانا اسمٰعیل (کلمات ترحیم وغیرہ کو راقم نے ترک کر دیا۔) نے اپنے چچا اور استاد اور مرشد حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کے عقیدے اور تصنیفات بموجب کتاب ''تقویۃ الایمان'' کو تصنیف کیا اور اس سے بڑی ہدایت ہوئی اور مشرکوں کی ضد بلکہ کمر ٹوٹ گئی، تب ان برے علما نے اس کتاب کے مصنف کے حق میں کفر کا فتوی لکھا اور فریب اور دھوکے کی راہ سے حاکموں کو اور سارے لوگوں کو وسواس دلایا کہ ''تقویۃ الایمان'' میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا انکار اور انبیا اور اولیا کے حق میں بے ادبی کے الفاظ لکھا ہے، یہاں تک کہ اس مضمون کو ہندی اور ترکی زبان میں چھپوا کے اشتہار دیا اور اس مفسدے اور افترا سے مفسد لوگ اور اکثر جاہل لوگ خراب ہوئے۔'' [مکاشفات رحمت، از: کرامت علی، بحوالہ: سیرت مولانا کرامت علی جونپوری، ص ۱۳۳ / ۱۳۴، مرتبہ مولانا عبد الباطن جونپوری، مرکز طالب العلوم، جون پور، ۱۳۶۷ھ]

ایک جگہ اور مولوی اسمٰعیل کی رسوائے زمانہ کتاب کے دفاع میں یوں لکھا ہے:

''ہاں تقویت الایمان جو اقسام شرک کی تردید میں لکھا ہے، بعض دنیادار عالموں نے اس کے مضمون کو اپنی راہ رسم کے خلاف پا کر اس کا انکار کیا ہے اور بیہودہ اعتراضات لگا لگا کر تردید میں اس کے رسالے لکھے ہیں اور اس کے مصنف شہید (لیلائے نجد) پر بیہودہ تہمتیں لگا کر اشتہار کیا ہے لیکن بمضمون ''لکل فرعون موسیٰ'' یعنی ہر فرعون کے واسطے ایک موسیٰ ہے، علمائے دین دار نے بھی ان مخالفوں کے جواب میں بہت سے رسالے لکھے۔

[مقامع المبتدعین، از: کرامت علی، بحوالہ: سیرت مولانا کرامت علی جونپوری، ص ۱۳۵: مرتبہ مولانا عبدالباطن جونپوری، مرکز طالب العلوم ملا ٹولہ جون پور، ۱۳۶۷ھ]

ضمیمۂ تذکرہ کے عنوان میں بیان کیا "موجودہ چودھویں صدی کے اوائل میں اکابر علما و مشاہیر فضلا نے انتقال فرمایا ہے، جن کے نام ابھی تک مرتب نہیں کیے گئے تبرکاً بلا کسی ترتیب کے بطور یادداشت چند نام یہاں لکھے جاتے ہیں۔"

[فقہ اسلامی، ص ۱۴۸/ رضا اکیڈمی، ممبئی]

اس کے تحت جن ناموں کو ذکر کیا ہے ان میں سے بعض کو مختصر تبصرہ کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) مولانا حاجی مصلح الدین احمد جونپوری واعظ

یہ مصنف مذکور (عبدالاوّل) کے چچازاد "رجب علی" مرید وخلیفہ سید احمد رائے بریلوی کے مرید وخلیفہ کے بیٹے اور "کرامت علی" کے داماد اور خاص خلیفہ اور بڑے محبوب و پیارے تھے، ان کا تذکرہ اسی "فقہ اسلامی" کے ص ۱۴۷ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

(۲) مولانا فیض الحسن سہارنپوری، ادیب

یہ قاسم نانوتوی مصنف "تحذیر الناس" کے شاگردوں میں سے ہیں اور مظاہر العلوم سہارنپور کے سرپرست بھی رہے ہیں، اگرچہ ان کے عقائد ونظریات کے متعلق مجھے کچھ نہ مل سکا۔

(۳) شیخ نذیر حسین دہلوی محدث

یہ غیر مقلدین کے شیخ الکل ہیں ان کا شمار فرقۂ اہل حدیث کے بانی ومؤسس میں ہوتا ہے، ان کے پیروکاروں کو وہابی، غیر مقلد، سلفی اور اہل حدیث کہا جاتا ہے۔

(۴) حافظ ابراہیم آروی واعظ

یہ بھی فاضل دارالعلوم دیوبند ہیں، غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی سے بھی تلمذ کیا اور غیر مقلدین ہی کے مذہب ومسلک کو اختیار کیا، ہندوستان کی تحریک مجاہدین نہایت اہم اور سرگرم رکن بھی رہے، قاضی شوکانی کی "الدرر البھیہ" کی اردو شرح بھی "فقہ محمدی" کے نام سے کی ہے۔

تتمۂ مفیدہ کے عنوان کے تحت یوں لکھا ہے:

"بعض موجودہ اکابر علما کے نام (جن سے راقم الحروف کی جسمانی ملاقات یا روحانی موانست وتعلق ہے اور جن کے وجود سے اس چودھویں صدی کو بہت بڑا فخر حاصل ہے) بطور یادداشت یہاں ثبت کیے جاتے ہیں، راقم الحروف کو جن سے محض روحی تعلق ہے، ان کے نام بعد حد فاصل کے علاحدہ مندرج ہیں۔"

[فقہ اسلامی، ص ۱۴۹/ رضا اکیڈمی، ممبئی]

اس کے بعد ان اسما کو ذکر کیا جو مختصر تبصرہ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) مولانا شبلی نعمانی اعظم گڑھی، مؤرخ، ناظم ندوۃ العلماء، ان کا نام ۲۰/ ویں نمبر پر ہے۔

(۲) حافظ ڈپٹی نظیر احمد، مترجم قرآن پاک، مؤلف کتب معتمدہ، ان کا نام ۴۵/ ویں نمبر پر ہے۔

(۳) مولانا حافظ اشرف علی تھانوی، فقیہ، مفسر، اصولی، مدرس اول مدرسہ کانپور، صوفی، یہ نام ۴۶/ ویں نمبر پر ہے۔

(۴) مولانا رشید احمد، محدث جید، فقیہ گنگوہی، صوفی، یہ نام ۴۷/ ویں نمبر پر ہے۔

(۵) مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، ادیب، شارح کتب ادبیہ، یہ نام ۴۹/ ویں نمبر پر ہے۔

(۶) مولانا محمود حسن دیوبندی، معقولی، اصولی، فقیہ، محدث، مدرس اول مدرسۂ دیوبند، یہ نام ۵۰/ ویں نمبر پر ہے۔

(۷) عزیز الرحمن، مفتی مدرسہ دیوبند، فقیہ جید، یہ نام ۵۳/ ویں نمبر پر ہے۔

مذکورہ ناموں میں سے کچھ پر تو علمائے عرب وعجم نے ان کی عبارات کفریہ کی وجہ سے ان پر متفقہ طور پر حکم کفر صادر فرمایا اور باقی وہ ہیں کہ جن کا گمراہ بددین اور دیوبندی ہونا واضح ہے۔

میرے پاس "فقہ اسلامی" مصنفہ "عبدالاوّل" جون پوری کے مندرجہ ذیل نسخے ہیں:

(۱) آسی پریس لکھنؤ، باہتمام: محمد عبدالولی بن الفاضل الآسی المدراسی، سن اشاعت ۱۳۲۶ھ

(۲) مکتبہ عثمانیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ، سن اشاعت ندارد۔

(۳) فقیہ ملت اکیڈمی، دارالعلوم امجدیہ ارشد العلوم، اوجھا گنج،

ضلع بستی، یوپی، سن اشاعت ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء

(۴) رضا اکیڈمی، ممبئی، اشاعت خصوصی: بموقع ۹۳ رسالہ عرس رضوی نوری، ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۱ء

شبلی نعمانی سے لے کر عزیز الرحمٰن، دار العلوم دیوبند تک ساتوں نام مذکورہ آداب و القاب کے ساتھ پہلے اور دوسرے مطبوعہ نسخے میں درج ہیں جبکہ فقیہ ملت اکیڈمی اور امام احمد رضا اکیڈمی ان دونوں کی مطبوعہ کتابوں میں ان ناموں کو چھپانے کی کوشش ناکام کی گئی ہے ''چور جاتا ہے نشان قدم چھوڑ جاتا ہے'' کے تحت ان ناموں کو چھپانے کے باوجود ان سے پہلے جو ضمیمۂ تذکرہ پیش کیا، یہ اس میں چار نام ایسے ہیں جو غیر مقلد و دیوبندی ہیں، تتمۂ مفیدہ میں دو نام تو وہ ہیں کہ جن کو طواغیت اربعہ میں سے شمار کیا جاتا ہے، باقی کی بھی اعتقادی و ایمانی حیثیت محتاج بیان نہیں، اس کے علاوہ تتمۂ مفیدہ میں دو نام یہ ہیں:

(۱) مولانا حافظ ناظر حسن مدرس اوّل مدرسہ محمودیہ ریاست چھتاری: یہ دار العلوم دیوبند کے فاضل اور مدرسہ محمودیہ ریاست چھتاری کے مدرس اوّل ہیں اور یہ مدرسہ اپنی سنگ بنیاد کے روز سے ہی دیوبندیوں کا ہے۔

(۲) مولانا سید احمد حسن محدث امروہی، مدرس اوّل مدرسہ امروہہ: ان کا شمار بھی مصنف ''تحذیر الناس'' قاسم نانوتوی کے اہم خلفا اور شاگردوں میں ہوتا ہے، انہوں نے پہلے ''مدرسہ عبد الرب'' دہلی پھر مدرسہ شاہی مراد آباد دہلی میں بحیثیت صدر رہ کر پڑھایا، اس کے بعد امروہہ میں مدرسہ قائم کیا۔

مذکورہ حقائق سے معلوم ہوا کہ مصنف مذکور لائق اعتبار نہیں اور نہ اس قابل کہ ان کی کتابوں کو ''رضا اکیڈمی اور فقیہ ملت اکیڈمی'' جیسے ادارے یا ان کے علاوہ کوئی دوسرا سنی ادارہ شائع کرے، یہ بات واضح ہے کہ ناشرین کو ان تمام باتوں کی جانکاری نہیں ہوسکی ہوگی اور اشاعت کے لیے ان کو وہ نسخہ ملا ہوگا کہ جن میں مذکورہ مشہور ساتوں ناموں کو مستور رکھا گیا ہوگا، اس وجہ سے اس کتاب کی اشاعت عمل میں آئی۔

اہل سنت وجماعت کے تمام اشاعتی اداروں سے التماس ہے کہ میری ان باتوں کو بے جا تنقید و اعتراضات کے طور پر نہ دیکھیں بلکہ حقائق کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں اور جنہوں نے اس کتاب کو عام کیا، ہزاروں لوگ اس کو کسی سنی عالم کی کتاب سمجھ کر لے گئے، ان کو آگاہ کرنے کی کوئی مناسب تدبیر سوچیں اور اس کے جو نسخے باقی ہیں، ان کو ہرگز فروخت نہ کریں اور اگر فروخت کریں بھی تو خریدار پر صاف لفظوں میں واضح کر دیا جائے کہ اس کتاب کا مصنف غیر معتبر ہے، یہ وضاحت چاہے تحریری ہو یا زبانی لیکن تحریری طور پر اگر اس وضاحت کو شامل کیا جائے تو یہ زیادہ کار آمد ہوگا کیوں کہ زبانی کہا ہوا اسی تک پہنچے گا جس سے آپ کہیں گے اور تحریری طور پر درج کیا ہوا کتاب کے ساتھ باقی رہے گا جس کو ہر کتاب پڑھنے والا پڑھ سکتا ہے اور آئندہ کسی بھی کتاب کو شائع کرنے سے قبل اس کے متعلق خوب تحقیق کر لیں، علمائے اہل سنت سے مشورہ کر لیں تاکہ غیر شرعی و غیر معتبر لٹریچر شائع کر کے آپ گناہ گار نہ ہوں، امید ہے کہ بہت جلد ناشرین اس پر توجہ فرمائیں گے۔ ■■■

علم الانساب اور سادات کرام

از: ڈاکٹر مفتی ساحل سہسرامی*

تحقیقات

قرابت داریوں کے روشن سلسلے کو نسبی سلسلہ کیا جاتا ہے، نسل و نسب کا یہ تسلسل ہر جاندار میں قدرت کی جانب سے ودیعت ہے، اس میں انسان کی کوئی تخصیص نہیں، لیکن لفظ نسب صرف انسانوں کے نسلی سلسلے کے لیے استعمال ہوتا ہے، ہم سب کے جد اعلیٰ سیدنا آدم صفی اللہ علیٰ نبینا وعلیہ السلام ہیں۔

حدیث پاک میں تواضع کی تلقین کرتے ہوئے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: الناس بنو آدم وآدم من تراب۔ یعنی تم سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور حضرت آدم خاک کی پیداوار ہیں۔ [ترمذی شریف، ۱۵۹/۲]

جب نسل آدم علیہ اسلام پھیلی تو آپسی شناخت برقرار رکھنے اور رابطے میں سہولت کی خاطر اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کو مختلف طبقات اور خاندان میں تقسیم فرمایا۔

ارشاد ربانی ہے: یاایھا الناس اناخلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم۔ ان اللہ علیم خبیر۔ یعنی اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد (حضرت آدم علیہ السلام) اور ایک عورت (حضرت حوا علیہا السلام) سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو، بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے، بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ [الحجرات ۱۳ر ترجمہ کنز الایمان]

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وھو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا وصھرا وکان ربك قدیرا۔ یعنی اور وہی ہے جس نے پانی سے بنایا آدمی پھر اس کے رشتے اور سسرال مقرر کی اور تمہارا رب قدرت والا ہے۔

[الفرقان ۵۴ر ترجمہ کنز الایمان]

نسل وخاندان کا یہ سلسلہ قیامت تک دراز رہے گا جن کے درمیان مومن اور کافر، نیک و بد، شریف وکمین، صالح اور طالح، نامور اور نکمے، بہادر اور بزدل، مالدار اور غریب، ذی علم اور بے علم، سلیم اور عیب دار افراد کا تسلسل قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے، اولاد آدم میں اوصاف حسنہ اور اعمال سیئہ رکھنے والے طبقات کی پیداوار جہاں تقدیر الٰہی کی دین ہے، وہیں حسنات کی تاثیر اور طہارت آبائی کا بھی دخل رہا ہے، کیونکہ یہ دنیا دار الاسباب ہے اور ہر خیر وشر پر رب تبارک تعالیٰ خود ان کے مرتکبین پر بھی اثر مرتب فرماتا ہے اور ان کی نسلوں میں بھی کچھ اثرات منتقل ہوتے ہیں، چند ارشادات رسول اس کی تائید میں حاضر کرتا ہوں۔

حدیث پاک میں ہے: الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ والعرق دساس وادب السوء کعرق السوء۔ رواہ البیھقی فی شعب الایمان والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔ یعنی جیسے سونے چاندی کی مختلف کانیں ہوتی ہیں، یونہی آدمیوں کی ہیں اور رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے اور بری تربیت، بری رگ کی طرح ہے۔

[شعب الایمان، حدیث ۱۰۹۷۴ر دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۴۵۵/۷]

دوسرا ارشاد نبوت ہے: تزوجوا فی الحجز الصالح فان العرق دسّاس، رواہ ابن عدی والدارقطنی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یعنی اچھی نسل میں شادی کرو کہ رگ خفیہ اپنا کام کرتی ہے۔ [کنز العمال، حدیث ۴۴۵۵۹ر موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۲۹۶/۱۶۰]

آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزید ارشاد فرماتے ہیں: ایاکم وخضراء الدمن المرأۃ الحسناء فی المنبت السوء۔ رواہ الرامھرمزی فی الامثال والدارقطنی فی

الافرادوالدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یعنی گھورے کی ہریالی سے بچو(جواوپر سے دلکش نظر آتی ہے اور اندر کوڑا کرکٹ اور گندگی چھپی ہوتی ہے) نی بری نسل کی خوبصورت عورت نہ لاؤ۔

[کنزالعمال،حدیث ۴۴۵۸۷ :موسسۃ الرسالۃ بیروت،۱۶۰/۳۰۰]

تفسیر ''الدرالمنثور''میں اس بابت کی خاص روایات مروی ہیں کہ آباواجداد کا صلاح وتقویٰ آنے والی نسلوں پر اثرانداز ہوتا ہے۔حضرت جابر ابن عبداللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سرکاردوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشادفرماتے ہیں: ان اللہ یصلح بصلاح الرجل ولدہ و ولدولدہ ویحفظ فی ذریتہ والدویرات حولہ فمایزالون فی ستر من اللہ وعافیۃ ۔رواہ ابن مردویۃ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعاوابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما من قولہ وھذا اللفظہ والمرفوع بمعناہ لابن المبارک وابن ابی شیبۃ عن محمد بن المکندر موقوفا۔ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ آدمی کی صلاح وتقویٰ سے اس کی اولاد دراولاد کو نیکی کی راہ پر گامزن فرمادیتا ہے اوراس کی نسل اوراس کے ہمسایوں میں اس کی برکتیں عطا فرمادیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی پردہ پوشی اورفتنوں سے حفاظت کی جاتی ہے۔

[فتاویٰ رضویہ/۲۴۱—الدرالمنثور،۴/۲۳۵]

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:ان اللہ یخلف العبدالمومن فی ولدہ ثمانین عاماً۔رواہ احمد فی الزھد۔ یعنی اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کی اولاد میں اسی ۸۰ ؍برس تک اس کے ایمان وتقویٰ کی برکتیں برقرار رکھتا ہے۔[فتاویٰ رضویہ ۲۳/۲۴۱۔الدرالمنثور،۴۰/۲۳۵]

نسب اورخاندان کی عالی مرتبتی ،انعامات الٰہیہ کی نسبت سے قائم ہوتی ہے،نبوت ،ولایت ،علم وحکمت ،دین کی خدمت ، تقویٰ اور باطنی طہارت ،امارت ،شجاعت ، دولت کے حامل افراد جب دنیا میں تشریف لاتے ہیں توانہیں معاشرے میں ایک خاص امتیازاور اعزازنصیب ہوتا ہے اور پھر ان کی نسبت سے ان کی نسلوں میں بھی یہ اعزازی شناخت رواں ہوجاتی ہے۔آپ ایک بار پھر ان مذکورہ بالااعزازی شناخت کے خدادادزاویوں پر نگاہ ڈال لیں تو یہ احساس ذہن ودماغ پر دستک دیتا نظر آئے گا کہ نبوت سے لے کر دولت اورامارت تک کی اعزازی نسبتیں خاص انعامات الٰہیہ ہیں۔

انعامات الٰہیہ کی نسبت سے سنت الٰہیہ یہ ہے کہ جس پر انعام الٰہی ہوتا ہے،اس پراوروں کی نسبت سے ذمہ داری بھی بڑھا دی جاتی ہے، مشہور مقولہ ہے: حسنات الابرار سیئات المقربین۔اورخوداس انعام پانے والے اوراس کے منتسبین پراس نعمت کا احترام بھی لازم ہوتا ہے، ورنہ رحمت الٰہیہ رفتہ رفتہ اپنی بساط سمیٹ لیتی ہے اوراس معزز کو قدرت، ذلت کی پستی میں دھکیل دیتی ہے،اس کی واضح مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت یہود ہے،قرآن حکیم میں اس طبقے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کے اعزاز میں انعامات الٰہیہ کا تسلسل رہا لیکن جب یہ اعزاز یافتہ طبقہ،انعامات الٰہیہ کی مسلسل ناقدری کرتا رہا تو ان پر دائمی ذلت وخواری مسلط کردی گئی، ضربت علیھم الذلۃ این ماثقفوا۔ ان پر جمادی گئی خواری جہاں ہوں۔ [آل عمران ۱۱۲]

حدیث پاک میں ہے:ان الزبانیۃ اسرع الی فسقۃ القراء منھم الی عبدۃ الاوثان۔بے شک جہنم میں زبانیہ نام کے عذاب دینے والے فرشتے ،مشرکین کے بجائے فاسق علما کی طرف زیادہ تیزی کے ساتھ لپکیں گے۔[کنزالعمال،حدیث ۲۹۰۰۵ ؍موسسۃ الرسالۃ،بیروت،۱۰/۱۹۱]

اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے علم دین کی خداداد نعمت کی قدر نہیں کی، اس لیے ان پر دوہرا عذاب مسلط ہوگا، یونہی جو اپنی نسبت نبوت کی قدرنہیں کرتا اوراس مقدس رسول کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ جاتا ہے تو قدرت اسے تباہ کردیتی ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کا نافرمان بیٹا کنعان، یاسادات کرام کے طبقے میں رافضی اور بدمذہب ہوجانے والے افراد، جوخاندانی نسبت ولایت کی قدرنہیں کرتا ہے،اس پر قدرت، فسق وفجور مسلط

کردیتی ہے، اس کی بہتیری مثالیں مل جائیں گی، جو خاندانی علم وحکمت کے خداداد اعزاز کی قدر نہیں کرتا، اس سے یہ نعمت چھن جاتی ہے اور وہ جہل اور بے قدری کا شکار ہوجاتا ہے، یہی حال امارت، شجاعت اور دولت کا ہے کہ اگر اسے مرضی مولیٰ کے مطابق نہ برتا گیا اور ان نعمتوں کی قدر نہ کی گئی تو غربت وافلاس، دربدری، خوف اور بزدلی طاری کردی جاتی ہے، بہت سے شاہی خاندان کے افراد بہت کس مپرسی کے عالم میں زندگی گذار گئے۔

مختصر یہ کہ جنہیں عالی خاندان کی معزز نسبتیں حاصل ہیں، ان پر خود اس عالی نسبت کا احترام لازم ہے، کیونکہ یہ اوروں کی نسبت سے خاص اعزاز یافتہ ہیں، ان پر دوہری دوہری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ان کے علاوہ جو دوسرے حضرات ہیں، ان پر لازم ہے کہ وہ ان انعامات الٰہیہ سے سرفراز افراد امت کا شایان شان اکرام فرمائیں اور دونوں جہان کی سعادتیں حاصل کریں، کیونکہ ان معزز افراد کا احترام دراصل نعمت الٰہیہ اور نسبت الٰہیہ کا احترام ہے جو ان حضرات کو حاصل ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں سعادت یافتہ حضرات کی صفوں میں شمار فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین علیہ و آلہ اکرم الصلوٰۃ وافضل التسلیم!

اس سلسلے میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ نے رسالہ مبارکہ ''ارائۃ الادب لفاضل النسب'' میں بڑی ہی فاضلانہ بحث فرمائی ہے، میں اس کے ضروری اور متعلقہ حصے کی تلخیص یہاں درج کرتا ہوں، اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

''تحقیق مقام ومقال بکمال اجمال یہ ہے کہ مدار نجات تقویٰ پر ہے علی تباین مراتبھا و ثمراتھا۔ نہ کہ محض نسب، ومایضاھیہ من الفضائل موھوباتھا ومکسوباتھا۔ لہٰذا محض تقویٰ بس ہے، اگرچہ شرف نسب وتکمیل علوم سمیہ نہ ہو اور مجرد شریف القوم یا ملّا صاحب کہلانا کافی نہیں، ان الزبانیۃ اسرع الی فسقۃ القراء منھم الی عبدۃ الاوثان۔

حدیث: من ابطاء بہ عملہ یسرع بہ نسبہ (جو عمل میں سست ہوگا، فضل نسب میں آگے نہ ہوگا) کے یہی معنی ہیں، نہ یہ کہ فضل نسب شرعاً محض باطل ومہجور وہباء منثور، یا شرافت وسیادت، نہ دنیاوی احکام شرعیہ میں وجہ امتیاز، نہ آخرت میں اصلاً نافع وباعث اعزاز، حاشا ایسا نہیں، بلکہ شرع مطہر نے متعدد احکام میں فرق نسب کو معتبر اور سلسلۂ طاہرہ ذریت عاطرہ میں انسلاک وانتساب ضرور آخرت میں بھی نفع دینے والا ہے، کتاب النکاح میں سارا باب کفائت تو خاص اسی اعتبار تفرقہ ومزیت پر مبنی ہے۔''

قبیلہ قریش کی مختلف جہتوں سے احادیث مبارکہ، اقوال ائمہ کی روشنی میں فضائل پیش کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت رقم طراز ہیں:

''مشاہدہ شاہد اور تجربہ گواہ ہے کہ شریف قومیں بحیثیت مجموعی دیگر اقوام سے حیا، حمیت، تہذیب، مروت، سخاوت، شجاعت، سیر چشمی، فتوت، حوصلہ، ہمت، صفائے قریحت وغیرہا بکثرت اخلاق حمیدہ موہوبہ مکسوبہ میں زائد ہوتی ہیں اور سب کا آدم وحوا علیہما الصلوٰۃ والسلام ایک ماں باپ سے ہونا جس طرح تفاوت افراد کا نافی نہیں، ایک آدمی لاکھ برابر ہوتا ہے۔

رسو اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس شئی خیرا من الف مثلہ الا الانسان۔ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ۔ انسان کے سوا کوئی چیز ایسی نہیں جو اپنے ہم جنس میں سے ہی ایک ہزار سے زیادہ بہتر ہو۔ [المعجم الکبیر، ۶/۲۳۸]

(یعنی انسانوں میں ایک انسان ایسا بھی ہوتا ہے جو ہزاروں انسان سے افضل ہوتا ہے، ایسی افضلیت کا تناسب کسی اور مخلوق میں نہیں پایا جاتا۔ ۱۲/ساحل)

یونہی تفاوت اصناف واقوام کا منافی نہیں، قریش کی جرأت، شجاعت، سماحت، فتوت، قوت، شہامت اسلام وجاہلیت دونوں میں شہرۂ آفاق رہی ہے اور ان میں بالخصوص بنی ہاشم، یونہی جاہلیت میں بنی باہلہ خست ودنائت سے معروف تھے۔''

اسی تفاوت ہمت کے باعث ہے کہ دنیا ودین دونوں کی سلطنتیں یعنی سلطنت ملک وسلطنت علم ہمیشہ شریف ہی اقوام میں رہی، دوسری قوموں کا اس میں حصہ معدوم یا کالمعدوم ہے، عجم میں جو شریف قومیں تھیں اور ہیں، خصوصاً اہل فارس ـــ

تحقیقات

تو مصداق حدیث صحیح۔۔۔ علم اگر ثریا پر آویزاں ہوتا تو ایک مردِ فارسی وہاں سے لے آتا۔۔۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فارسی ہونا کیا مضر، خصوصا اولاد کسریٰ کہ فارس کی اعلیٰ نسل شمار ہوتی ہے جو ہزار ہا سال صاحبِ تاج وتخت رہی اور ان کی مجوسیت، شریف قوم گنے جانے کے منافی نہیں، جیسے قریش کہ زمانۂ جاہلیت میں بت پرست تھے اور بلا شبہ وہ تمام جہان کی اقوام سے افضل قوم ہے، انہیں فارسیوں میں امام بخاری بھی ہیں، یونہی خراسانی کہ وہ بھی فارسی ہیں۔''

پھر حضور کی قرابت کی عظمتیں، اوصاف، دنیا اور آخرت میں اس نسبت رسالت کی افادیت پھر شہداء، صالحین سے نسبی اور غیر نسبی تعلق کی دنیا اور آخرت میں افادیت کی احادیث مبارکہ درج کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''جب عام صالحین کی صلاح، ان کی نسل واولاد کو دین ودنیا وآخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیق وفاروق وعثمان وعلی وجعفر وعباس وانصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صلاح کا کیا کہنا، جن کی اولاد میں شیخ صدیقی وفاروقی وعثمانی وعلوی وجعفری وعباسی وانصاری ہیں، کیوں نہ اپنے نسب کریم سے دین ودنیا وآخرت میں نفع پائیں گے، پھر اللہ اکبر! حضرات علیہ سادات کرام اولاد امجاد حضرت خاتون جنت بتول زہرا کہ حضور پر نور سید الصالحین، سید العالمین، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو ارفع واعلیٰ وبلند وبالا ہے۔''

پھر فضائل اہل بیت مصطفیٰ ومحبین اہل بیت کی احادیث مبارکہ درج کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت رقم طراز ہیں:

''ان نصوص جلیلہ قرآن عظیم واحادیث نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے روشن ہوا کہ حدیث مسلم: عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ: من ابطاء به عمله لم یسرع به نسبه [مسلم شریف، ۲/ ۳۴۵] جو عمل میں پیچھے ہو، اس کا نسب نفع بخش نہ ہوگا، میں نفع مطلق ہے، نہ کہ نفی مطلق، ورنہ معاذ اللہ! آیۃ کریمہ: الحقنا بهم ذریتهم۔ ہم نے ان کی ذریت کو ان سے ملا دیا، کے صریح معارض ہوگی۔ [طور ۲۱]

نہ آیۃ کریمہ: فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینهم یومئذ ولا یتساءلون [المومنون ۱۰۱] تو جب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ کوئی ایک دوسرے کی بات پوچھے، کہ یہ ایک وقت کے لیے مخصوص ہے۔

جبکہ احادیث متواترہ سے فضل نسب، فرق احکام ونفع آخرت بلا شبہ ثابت تو امثال حدیث: الالا فضل لعربی علیٰ عجمی ولا لاحمر علی اسود (نہ عربی کی فضیلت عجمی پر ہے اور نہ ہی گورے کی کالے پر) [الترغیب والترہیب، ۳/ ۶۱۲]

وحدیث: انظر فانك لست بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضله بتقویٰ [ایضاً] (بے شک تم کالے اور گورے سے بہتر نہیں ہو ہاں تمہیں صرف تقویٰ سے فضیلت حاصل ہے) میں مثل آیہ کریمہ: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم [الحجرات ۱۳] (بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے) سلب فضل کلی ہے، نہ کہ سلب کلی فضل۔

بالجملہ تفاضل انساب بھی یقینا ثابت اور شرعا اس کا اعتبار بھی ثابت، اور انساب کریمہ کا آخرت میں نفع دینا بھی جزماً ثابت اور نسب کو مطلقاً محض بے قدر وضائع وبرباد جاننا سخت مردود وباطل، خصوصا اس نظر سے کہ اس کا عموم عرب، بلکہ قریش، بلکہ بنی ہاشم، بلکہ سادات کرام کو بھی شامل، اب یہ قول اشد غضب وہلاک دیوار سے ہائل اور اسی پر نظر غفرلہ القدیر کو اس قدر تطویل پر حامل کہ نسب عرب، نہ کہ قریش، نہ کہ ہاشم، نہ کہ سادات کرام کی حمایت ہر مسلمان پر فرض کامل''۔

پھر اس ذیل کی چند احادیث مبارکہ نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''ہاں نسب پر فخر جائز نہیں، نسب کے سبب اپنے آپ کو بڑا جاننا، تکبر کرنا جائز نہیں، نسب کو کسی کے حق میں عار یا گالی سمجھنا جائز نہیں، اس کے سبب کسی مسلمان کا دل دکھانا جائز نہیں، احادیث جو اس باب میں آئیں، انہیں معانی کی طرف ناظر ہیں۔ [فتاویٰ رضویہ/ ۲۰۵، ۲۵۵ ملخصاً]

نسب کی شرافت کے تحفظ کا اہتمام عرصۂ قدیم سے چلا آ رہا

ہے، حضرت ہابیل کو جب قابیل نے قتل کیا تو قابیل کی نسل میں کمتری کا سلسلہ چل پڑا، اس کے خاندان میں سب سے پہلے بت پرستی کا آغاز ہوا، قبطی، بنی اسرائیل سے کم تر تھے، پھر ان کی شاخوں میں بھی شرافت ودنائت کے یہ سلسلے دراز ہوئے، اس لیے پوری دنیا میں خاندان اور قبیلے کی حفاظت کا اہتمام تھا، عرب اس کا خاص اہتمام فرماتے، عربوں کے یہاں نسب دانوں کا ایک خاص طبقہ بھی تھا جسے نسّابین کہا جاتا تھا، ان میں مغفل، عمیرہ، ابن لسان، زید بن الکیس، نجار اور عبداللہ ممتاز نسّاب شمار ہوتے تھے، خود سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے نسب داں تھے۔ حدیث پاک میں ہے: فان ابا بکر اعلم قریش بانسابھا وان لی فیھم نسبا [مسلم شریف، فضائل الصحابۃ] یقیناً ابوبکر، قریش کے سب سے بڑے نسب داں ہیں اور میرا نسب بھی قریش سے متعلق ہے۔

نسب کی حفاظت کی ترغیب خود اسلام نے بھی دی ہے، کفائت کا پورا باب اس حکم پر مبنی ہے، حضرات محدثین روایت حدیث کے سلسلے میں راوی کا نسب بھی دریافت فرماتے، اگر وہ مجہول النسب ہوتا تو اس کی روایت قبول نہ کرتے، حدیث پاک کا یہ ارشاد بھی نسب کے حفظ وتعلم کا رہنما ہے:

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم: تعلموا من انسابکم ما تصلون بہ ارحامکم فان صلۃ الرحم محبۃ فی الاھل مثراۃ فی المال منساۃ فی الاثر۔ تمہیں اپنی قرابت داریوں کی واقفیت حاصل کرنی چاہئے کہ اس سے آپسی محبت اور مالی ثروت میں اضافہ ہوتا ہے اور عمریں طویل ہوتی ہیں۔ [ترمذی شریف، کتاب البر والصلۃ، ۲/۱۹]

ابن عبدربہ نے العقد الفرید میں امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

تعلموا النسب ولا تکونوا کنبط السواد، اذا سئل احدھم عن اصلہ قال من قریۃ کذا [العقد الفرید، ۳/۳۷] اپنا نسب نامہ سیکھو اور عراق کے نبطیوں کی مانند مت ہو جاؤ کہ جب ان میں سے کسی سے پوچھا جائے کہ تم کس خاندان سے ہو تو کہتے ہیں کہ ہم فلاں شہر کے ہیں۔ [تاریخ تمدن عرب، ص ۵۳]

اسی اہتمام، اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر اس نے ایک مستقل فن کی صورت اختیار کرلی اور محققین نے علم الانساب پر کثیر کتابیں تصنیف فرمائیں، نواب صدیق حسن خان، ابجد العلوم میں لکھتے ہیں:

علم الانساب ھو علم یتعرف منہ انساب الناس وقواعدہ الکلیۃ الجزئیۃ والغرض منہ الاحتراز عن الخطاء فی نسب شخص۔ وھو علم عظیم النفع جلیل القدر اشار الکتاب العظیم فی: وجعلنا کم شعوباً وقبائل لتعارفوا۔ الیٰ تفھمہ وحث الرسول الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فی: تعلموا انسابکم تصلوا ارحا کم۔ علی تعلمہ۔ والعرب قد اعتنیٰ فضبط نسبہ الیٰ ان کثر اھل الاسلام واختلط انسابھم بالأعجام فتعذر ضبطہ بالآباء فانتسب کل مجھول النسب الیٰ بلدہ او حرفتہ او نحو ذٰلک حتی غلب ھذا النوع۔ [ابجد العلوم، ۲/۳۵۷] علم الانساب کے ذریعہ لوگوں کے نسب کی معرفت ہوتی ہے اور اس کے کلی اور جزئی قواعد معلوم ہوتے ہیں، اس فن کی تدوین سے مقصود یہ ہے کہ کسی شخص کے نسب میں غلطی سے بچا جا سکے، اس علم کے بڑے جلیل الشان فائدے ہیں، خود قرآن حکیم نے آیت کریمہ: وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ میں اس فن کو سمجھنے کی دعوت دی ہے اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اس مبارک ارشاد: تعلموا انسابکم تصلوا ارحا کم [اپنے نسب کی واقفیت حاصل کرو، اس سے صلہ رحمی میں اضافہ ہوتا ہے] کے ذریعہ اس فن کو سیکھنے کی تلقین فرمائی ہے، عربوں نے اپنے نسب کے حفظ وضبط کا خوب اہتمام کیا، یہاں تک کہ مسلمانوں کی تعداد میں کثرت سے اضافہ ہوا اور عربوں کے نسب عجمیوں کے ساتھ خلط ملط ہو گئے تو ان کے لیے اپنے آبائی سلاسل نسب کی حفاظت اور یادداشت دشوار ہوگئی تو اب ایسے مجہول النسب افراد خود کو اپنے وطن یا پیشے وغیرہ کی طرف منسوب کرنے لگے اور اب یہی طرز

شناخت رائج ہوگئی، ۱۲ر ساحل۔

کنز الانساب کے مصنف لکھتے ہیں:

بدانکہ علم انساب عبارت است از شناختن اصول وفروع اہل اقالیم عموماً وتحقیق تشعب وتکثر سادات خصوصاً وعلمائے ایں فن انساب رادہ طبقہ نہادہ اند۔

اول جزم کہ آں قطع است یعنی نسبت بجائے رسد کہ از آنجا تجاوز متعذر بود، بسبب کثرت اختلاف در آباء واسماء ایشاں و آں نسبت بحضرت رسالت اما بعدنان است یا بقحطان — چہ رسول فرمود: لانسب فوق قحطان۔

دوم جمہور یعنی اجتماع وکثرت یقال جمہرۃ الانساب ای مجموعہا — سیم شعب، چہارم قبیلہ وایں فروتر است از شعب، قال اللہ تعالیٰ: وجعلنا کم شعوباو قبائل۔ پنجم عمارہ وجمع اوعمار کنند، ششم بطن، ہفتم فخذ، ہشتم عشیرہ، وآں قومے را گویند کہ پدر چہارم ایشاں یکے باشد واُسرہ نیز خوانند، نہم رہط، دہم فصیلہ، وآں اہل وخاصہ شخصے را گویند وجمع برفصائل کنند — قال اللہ تعالیٰ: وفصیلتہ التی تؤویہ — مثلاً نسبت بارسول اللہ جزم بنوعدنان باشد وجمہور بنونزار وشعب بنی مضر وقبیلہ خندف، وعمارہ اولاد الیاس بن مضر و بطن بنی کنانہ وفخذ قریش وعشیرہ بنی قصی ورہط بنی عبد مناف وفصیلہ بنی ہاشم۔ [کنز الانساب، سید مرتضیٰ الملقب بہ علم الہدیٰ، ص ۳ — ۴ — ناشر میرزا محمد ملک الکتاب]

علم الانساب، انسانوں کے بالائی اور زیریں نسبی سلسلے کی شناخت کو کہتے ہیں، اس فن میں سادات کرام کی نسبی شاخوں کا تعارف خصوصی طور سے پیش کیا جاتا ہے، اس فن کے علمانے انساب کے دس طبقات بیان کئے ہیں:

پہلا طبقہ جزم، جس کا مطلب قطع ہوتا ہے، یعنی سلسلۂ نسب اس حد تک بیان کردیا جائے کہ اس کے بعد تحقیقی طور پر نسبی سلسلہ بیان کرنا ممکن نہ ہو، کیونکہ اس کے بعد آبائے کرام کے اسمائے گرامی اور تعداد میں کثیر اختلاف رہا ہے، جیسے حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آبائی سلسلہ عدنان یا قحطان تک قطعی طور سے پہنچتا ہے، حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا: لانسب فوق قحطان۔ قحطان کے بعد نسب کا یقینی سلسلہ ختم ہوجاتا ہے، پھر ظن وتخمین کا معاملہ رہ جاتا ہے۔

دوسرا طبقہ: جمہور یعنی کثرت واجتماع، کہتے ہیں: جمہرۃ الانساب یعنی انساب کا مجموعہ۔ تیسرا طبقہ: شعب۔ چوتھا طبقہ: قبیلہ، یہ شعب سے کمتر ہے۔

ارشاد ربانی ہے: وجعلنا کم شعوباو قبائل [الحجرات ۱۳] اور ہم نے تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا۔

پانچواں طبقہ: عمارہ، جس کی جمع عمار آتی ہے۔

چھٹا طبقہ: بطن۔ ساتواں طبقہ: فخذ۔

آٹھواں طبقہ: عشیرہ، عشیرہ کا اطلاق اس خاندان پر ہوتا ہے جن کی چوتھی پشت کے جدا ایک ہوں یعنی وہ آپس میں چوتھی پشت میں جاکر یک جدی ہوجائیں، اسے اُسرہ بھی کہتے ہیں۔

نواں طبقہ: رہط۔ دسواں طبقہ: فصیلہ، فصیلہ کسی خاص شخص کے اہل وعیال کو کہتے ہیں، اس کی جمع فصائل آتی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وفصیلتہ التی تؤویہ [المعارج ۱۳] یعنی اور اپنا کنبہ جس میں اس کی جگہ ہے۔

ان دس طبقات کو مثال کی روشنی میں یوں سمجھو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاندانی نسب نامہ بنوعدنان تک جزم کہلائے گا، بنونزار، طبقۂ جمہور میں آتے ہیں، بنومضر، شعب ہیں، خندف، قبیلہ ہے، الیاس بن مضر کی اولاد، طبقۂ عمارہ ہے، بنوکنانہ، بطن ہیں، قریش، فخذ ہیں، بنوقصی، عشیرہ ہیں، بنوعبد مناف، رہط ہیں، بنوہاشم، فصیلہ ہیں، ۱۲ر ساحل۔

اس فن کی باضابطہ تدوین امام النسابین ہشام بن محمد بن سائب کلبی (م ۲۰۴ھ) نے کی اور اس فن میں پانچ کتابیں تصنیف فرمائیں (۱) المنزلۃ (۲) الجمہرۃ فی الانساب (۳) الوجیز (۴) الفرید (۵) الملوک۔

پھر اس فن میں بھی تصنیف وتالیف کا سلسلہ چل پڑا اور کثیر کتابیں لکھی گئیں، ان کتب میں ابوالحسن احمد بن یحییٰ بلاذری کی ''انساب الاشراف'' [۲۰ جلدیں] عبدالملک ابن ہشام کی ''انساب حمیر وملوکہا''، ابوجعفر محمد بن حبیب بغدادی نحوی

کی "انساب الرشاطی" اور "انساب الشعراء" سمعانی کی "الانساب" زبیر بن بکار قریشی کی "انساب قریش" محب الدین محمد بن محمود بن نجار بغدادی کی "انساب المحدثین" قاضی مہذب کی "الانساب" کافی شہرت رکھتی ہیں، ان میں بلاذری کی انساب الاشراف کو خصوصی اہمیت اور افادیت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔

ہندوستان میں بھی اس موضوع پر کثیر کتابیں تصنیف ہوئیں "اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں" کے مصنف نے علم الانساب پر ۵۶/کتابوں کے نام ذکر کئے ہیں، ان میں بعض شخصی نسب نامے ہیں بعض میں کسی خاص قبیلے کی خاندانی تفصیل ہے، ان میں عمومی سطح کی چند کتابیں یہ ہیں:

۱-مآثر السادات: قاضی ضیاالدین برنی، ۲-بحر الانساب: شیخ محمد بن جعفر حسین مکی، ۳-اشرف الانساب خلاصہ بحر الانساب: مخدوم اشرف جہانگیری سمنانی، ۴-مجمع الانساب: محمد بن علی، ۵-منبع الانساب: شیخ سید معین الدین جھونسوی، ۶-نسب الانساب: شیخ ابراہیم کالپوی تصنیف ۱۰۰۴ھ، ۷-تذکرۃ الاسلاف وتبصرۃ الاخلاف: سید محمد علی شاد عظیم آبادی، ۸- کتاب فی الانساب: سید علی نجف علی نونہروی، ۹- کتاب فی الانساب: قاضی نجم الدین علی خاں کاکوروی، ۱۰-تذکرۃ الانساب، اردو: سید امام الدین احمد گلشن آبادی، ۱۱-تحقیق الانساب، فارسی۔

[اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں، سید عبدالحئی رائے بریلوی، ص ۱۱۵، ۱۱۹]

حضرات اہل بیت کی سب سے روشن فضلیت یہ ہے کہ ان کی شان میں طہارت، تسلیم اور مودت کی آیات مبارکہ نازل ہوئیں، سورۂ احزاب کی آیت مبارکہ میں ارشاد ربانی ہے: انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا [احزاب ۳۳] اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والوں کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کردے۔ [کنز الایمان]

یہ آیت کریمہ حضرات اہل بیت کی طہارت، عظمت، فضلیت کا سرچشمہ ہے، تفصیل کے لیے معتبر تفاسیر کی کتابیں ملاحظہ کیجئے۔

پارہائے صُحف، غنچہائے قدس
اہلِ بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام
آب تطہیر سے جس میں پودے جمے
اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
خون خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
اُن کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

آیت مباہلہ [آل عمران ۶۱] کی تفسیر میں منقول ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ زہرا، حضرت علی مولائے کائنات، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لے کر نجران کے نصرانیوں کے مقابلے میں مباہلہ کے لیے تشریف لائے تو اس وقت آپ نے فرمایا: اللّٰھم ھٰؤلاء اھل بیتی [مسلم شریف] اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں لیکن ان کے پادریوں نے جب ان مقدس نفوس اور روشن چہروں کو دیکھا تو لرز گئے اور اپنے ساتھیوں کو مباہلہ کرنے سے سختی کے ساتھ روکا، روایت میں ہے کہ حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، نجران والوں پر عذاب قریب آہی چکا تھا، اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ کردیئے جاتے اور جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا اور نجران اور وہاں کے رہنے والے پرندے تک نیست و نابود ہوجاتے اور ایک سال کے عرصہ میں تمام نصاریٰ ہلاک ہوجاتے۔ [خزائن العرفان]

اس سے جہاں حضرات اہل بیت کی عظمت اور مقبولیت بارگاہ الٰہی کا اظہار ہوتا ہے، وہیں توسل کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ جس دعا پر حضرات اہل بیت آمین فرمادیں، وہ فوراً قبولیت سے سرفراز ہوجائے۔

آیت کریمہ: سلام علی ال یاسین [الصافات ۱۲۷] میں ایک تفسیر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ مروی ہے: نحن آل محمد الیاسین [تفسیر درمنثور] وہ

الیاسین ہم آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

جس گھرانے پر عرش سے تسلیم نازل ہو، اس کی عظمت کا کوئی کیا انداز کرسکتا ہے؟ ہجرت کے بعد جب حضرات انصار مدینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، حضور کی ظاہری بے سرو سامانی اور مصارف کی کثرت ملاحظہ کرنے کے بعد بہت سامال نذرِ بارگاہ کرنے کے لیے لائے تو حضور نے وہ مال لوٹا دئے اور پھر اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: قل لاأسئلکم علیہ اجرا الاالمودۃ فی القربیٰ [الشوریٰ ۲۳] تم فرماؤ میں اس (تبلیغ رسالت اور ارشاد وہدایت) پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔ [کنز الایمان]

حضرات صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ آپ کے قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ فرمایا: علی، فاطمہ، اور ان کے دونوں بیٹے [زرقانی علی المواہب ۷/ ۲۰] رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرات اہل بیت کی شان کرم وسخا کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: یوفون بالنذر ویخافون یوما کان شرہ مستطیرا، ویطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکینا ویتیما و اسیرا [الدہر ۷: ۸] اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔ [کنز الایمان]

اس آیت کریمہ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ اپنی تفسیر خزائن العرفان میں تحریر فرماتے ہیں:

"یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی کنیز فضہ کے حق میں نازل ہوئی، حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہوئے، ان حضرات نے اُن کی صحت پر تین روزوں کی نذر مانی، اللہ تعالیٰ نے صحت دی، نذر کی وفا کا وقت آیا، سب صاحبو نے روزے رکھے، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جو لائے، حضرت خاتون جنت جلے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین، ایک روز یتیم، ایک روز اسیر آیا اور تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دیدی گئیں اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔ [خزائن العرفان، ص ۹۲۶]

احادیث مبارکہ تو اس باب میں اس کثرت سے وارد ہیں کہ صفحات کے صفحات لبریز ہو جائیں، حصول برکت کے لیے چند احادیث مبارکہ پیش کرتا ہوں:

☆ حضرت زید بن ارقم اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: [واللفظ لابن الارقم] انی تارك فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی، احدهما اعظم من الأخر کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اهل بیتی ولم یتفرقا حتی یردا علیّ الحوض، فانظروا کیف تخلفونی۔ بے شک میں تم میں ایسی چیز چھوڑنے والا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے تھامو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے، پہلا دوسرے سے بڑا ہے، ایک کتاب اللہ، ایک لمبی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک ہے اور دوسری چیز میری عترت میرے اہل بیت اور یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ یہ دونوں (قرآن حکیم اور اہل بیت) حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے، دیکھو کہ میرے بعد تم ان دونوں سے کیا معاملہ رکھتے ہو۔ [مشکوۃ شریف، ص ۵۶۹]

☆ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو، کیونکہ وہ (تمہارا رب ہے اور) تمہیں نعمتیں عطا فرماتا ہے اور مجھے محبوب رکھو اللہ کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہل بیت کو محبوب رکھو میری محبت کی وجہ سے۔ [مشکوۃ شریف، ص ۵۷۳]

☆ سرکار دو عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: کل نسب وصهر ینقطع یوم القیمة الانسبی وصهری، رواہ ابن عساکر عن عبد الله بن امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنهما۔ قیامت کے دن سارے دادیہالی اور نانہیالی رشتے ختم ہو جائیں گے، مگر میری قرابتیں باقی رہیں گی۔ [کنز العمال، ج ۱۱، ص ۴۰۹]

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت سے جو شخص اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لائے گا، اسے میرا رب عذاب نہ فرمائے گا۔ [المستدرک للحاکم، ۳/۱۵۰]

☆ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اول من یرد علیّ الحوض اھل بیتی ومن احبنی من امتی۔ رواہ الدیلمی عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم۔ سب سے پہلے میرے پاس حوض کوثر پر آنے والے میرے اہل بیت ہیں اور میری امت سے میرے چاہنے والے۔ [کنز العمال، حدیث ۳۴۱۷۸، ۱۲/۱۰۰]

☆ سرکار دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ان فاطمۃ احصنت فرجھا فحرمھا اللہ وذریتھا علی النار۔ رواہ الحاکم والطبرانی وابویعلی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بے شک فاطمہ نے اپنی حرمت پر نگاہ رکھی تو اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی تمام نسل کو آگ پر حرام فرمادیا۔ [ایضاً، حدیث ۳۴۲۲۰، ۱۲/۱۰۸]

☆ ابن عسا کر نے دوسری روایت یہ بھی درج کی ہے: انما سمیت فاطمۃ لأن اللہ فطمھا وذریتھا عن النار یوم القیمۃ۔ خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام فاطمہ اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی نسل کو قیامت میں آگ سے محفوظ فرمادیا، رواہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ [فیض القدیر، ۱/۱۶۸]

☆ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو اور تمہارے بیٹے جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں۔ [کنز العمال، ۷/۱۱۱]

☆ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت مسرور دیکھا تو عرض کیا: یارسول اللہ! آج ہم آپ کو بہت مسرور وخوش دیکھتے ہیں، رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم کیسے مسرور نہ ہوں، جبکہ جبرئیل امین میرے پاس آئے اور مجھے بشارت دی ہے کہ بلاشبہ حسن وحسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور ان کے والد اُن سے بھی افضل ہیں۔ [کنز العمال، ۷/۱۰۸]

دوسری روایت میں یہ بھی شامل ہے کہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ [مشکوٰۃ شریف، ص ۵۷۱]

☆ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن ایک منادی عرش سے ندا دے گا کہ اے اہل محشر! اپنے سر جھکالو اور آنکھیں بند کرلو تا کہ حضرت فاطمہ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پل صراط سے گزر جائیں، تب حضرت خاتون جنت ستر ہزار حوروں کے جلو میں پل صراط سے اس طرح گزر جائیں گی جیسے بجلی کوندگئی۔ [الصواعق المحرقہ]

حضرت تاج الفحول مولانا عبد القادر بدایونی قدس سرہ نے خوب فرمایا ؎

ہو بھی جائے گی، جب آئیں گی جناب سیدہ
بند چشم اہل محشر، واہ کیا توقیر ہے

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کی رہنمائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ: اپنے نبی کی محبت اور اپنے نبی کے اہل بیت کی محبت اور قرآن کی قرأت۔ [سراج منیر شرح جامع صغیر، ۱/۱۷]

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری عترت اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے تو وہ تین حال سے خالی نہیں، یا تو وہ منافق ہے یا ولد الحرام یا حیضی بچہ، رواہ البارودی وابن عدی والبیہقی فی الشعب وآخرون عن علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم۔ [الفردوس بماثور الخطاب، ۳/۶۲۶]

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ستۃ لعنتھم لعنھم اللہ وکل نبی مجاب، الزائد فی کتاب اللہ والمکذب بقدر اللہ والمتسلط بالجبروت لیعز بذلک من اذل اللہ ویذل من اعز اللہ والمستحل لحرم اللہ والمستحل من عترتی ما حرم اللہ والتارک سنتی، رواہ الترمذی والحاکم عن ام المومنین والحاکم۔

عن علی والطبرانی عن عمرو بن سعواء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اولہ:سبعۃ لعنتھم وزادالمستأثر بالفیٔی و سندہ حسن۔ چھ شخص ہیں جن پر میں نے لعنت کی، اللہ ان پر لعنت فرمائے اور ہر نبی کی دعا قبول ہے ا:۔ کتاب اللہ میں بڑھانے والا، ۲۔ اور تقدیر الٰہی کو جھٹلانے والا، ۳۔ اور وہ جو ظلم کے ساتھ تسلط کرے کہ جسے اللہ نے ذلیل بنایا، اسے عزت دے اور جسے خدا نے معزز کیا، اسے ذلیل کرے، ۴۔ اور اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال جاننے والا، ۵۔ اور میری عترت کی ایذا رسانی اور بے تعظیمی روا رکھنے والا، ۶۔ اور میری سنت کو برا ٹھہرا کر چھوڑنے والا۔ [فتاویٰ رضویہ/ ۲۵۳، ۲۵۴]

گفتگو ذرا طویل ہوگئی لیکن ع

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتیم

رب تبارک وتعالیٰ ہمیں حضرات اہل بیت کی تکریم اور خدمت کرنے والوں میں باقی رکھے اور حضرات سادات کرام کو اس نسبت مصطفیٰ کی پاس داری اور علم دین مصطفیٰ کے حصول کی توفیق عطا فرما تا رہے کہ یہ ان کے گھر کی دولت ہے اور یہ اس کے اوروں سے زیادہ مستحق ہیں، علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی قدس سرہٗ کے ان اشعار پر یہ باب ختم کرتا ہوں ؎

یا رب بشفاعت محمد
یارب بجناب آل احمد
محشور بآل فاطمہ کن
مسرور بحسن خاتمہ کن

[مثنوی معراج الکمال، علامہ میر غلام علی آزاد بلگرامی]

ص ۸ رکا بقیہ.......................

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتی ہو کہ شعبان کی پندرہویں شب میں کیا ہوتا ہے؟ میں نے عرض کی، یارسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ فرمائیے، ارشاد ہوا کہ آئندہ سال میں جتنے بھی پیدا ہونے والے ہوتے ہیں وہ سب اس شب میں لکھ دیئے جاتے ہیں اور جتنے لوگ آئندہ سال مرنے والے ہوتے ہیں وہ بھی اس رات میں لکھ دیئے جاتے ہیں اور اس رات میں لوگوں کے (سال بھر کے) اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور اس میں لوگوں کا مقررہ رزق اتارا جاتا ہے۔ [مشکوٰۃ، جلد ا رصفحہ ۲۷۷]

صاحب درمختار نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں میں، شب برأت اور رمضان کے عشرۂ اخیر کی راتوں میں اور ذی الحجہ کی اوّل دس راتوں میں جاگنا اور تنہا عبادت کرنا مستحب بتایا ہے، نیز حضرت علامہ شامی نے اپنے حاشیہ میں اس مبارک رات کے اعمال کی تفصیل اور اس کے ادا کرنے کی صورت نہایت وضاحت کے ساتھ بیان فرمائی ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب میں قیام کی صورت یہ ہے کہ کسی مخصوص تعداد کا التزام کئے بغیر تنہا تنہا نفل نمازیں پڑھی جائیں، قرآن کریم کی تلاوت کی جائے، حدیثیں پڑھی اور سنی جائیں، اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کی ثنا کی جائے، درود شریف کا ورد کیا جائے۔

ہمارے اسلاف سے شب برأت کی نفل نمازوں کی تعداد بھی منقول ہے، کسی روایت میں بارہ رکعات، کسی میں چار اور کسی اس سے زیادہ بھی مذکور ہے، اللہ جتنی بھی توفیق دے پڑھ سکتے ہیں۔

شب برأت کی فضلیت وبرکت میں اتنی کثیر تعداد میں مروی احادیث بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اس رات میں عبادت وریاضت کے ذریعہ اپنے خالق حقیقی کے ساتھ اپنے روحانی تعلق کو استوار کرے کیوں کہ اس رات میں رحمتِ الٰہی کا دریا اپنے پورے شباب پر ہوتا ہے اور مولائے رحیم وکریم اپنے گناہگار بندوں کی بخشش ومغفرت کے لیے چھوٹے سے چھوٹا بھی بہانہ تلاش کرتا ہے، لہٰذا اس رات میں نوافل پڑھنا، کثرت سے تلاوتِ قرآن، اوراد ووا ذکار، ندامت وشرمندگی اور گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرنا مستحب ہے، یہ اعمال حسنہ احادیث مبارکہ اور سلف صالحین کے عمل سے ثابت ہیں۔

مولائے کریم اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں شعبان المعظم اور شب برأت کے حقیقی فیوض وبرکات سے مالا مال فرمائے، ہمارے والدین کریمین اور جملہ مرحومین کی بخشش ومغفرت فرمائے، آمین۔ ■■■

شاہراہ اسلام میں سرنگ کھودنے والی ایک ایسی جماعت جس کی جرأت و بیباکی نے ہرایرے غیرے کی زبان کو دراز اور بے لگام بنادیا ہے، دل دہلا دینے والے خیالات اور مزعومات سے پردہ اٹھانے والی چشم کشا تحریر کا دلجمعی سے مطالعہ کیجئے اور اپنے ایمان وعقیدہ کی فصیل کی حفاظت کے سامان فراہم کیجئے۔

پیرو ئ قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

یہ فرقہ بھی دراصل وہابیت ہی کی ایک شاخ ہے، جیسا کہ ابتدا میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا، یہی لوگ اپنے آپ کو اہل حدیث کے نام سے مشہور کرتے ہیں، حکیم نجم الغنی رامپوری اپنی کتاب ''مذاہب الاسلام'' میں لکھتے ہیں:

''وہابیہ کی دو قسمیں ہیں، ان میں سے ایک تو وہ ہیں جنہوں نے اعلانیہ ہم سے جدائی اختیار کی اور اجماع امت سے علاحدہ ہوکر تقلید شخصی کا انکار کردیا ہے، ان سے ہم کو کچھ سروکار نہیں، مگر دوسری قسم کے وہابیہ ان کا فتنہ نہایت عظیم و ضرررساں ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو ظاہر میں بڑے زور سے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مقلد اور پکے حنفی ہیں اور تقلید امام کو تمام اصول وفروع میں واجب سمجھتے ہیں، مگر عقائد میں اکثر غیر مقلدوں سے بالکل متفق ہیں۔'' [1]

وہ وقت آ گیا ہے کہ ساحل کو چھوڑ کر
گہرے سمندروں میں اتر جانا چاہیے

غیر مقلدین کی ابتداء

اس جماعت کا تاریخی پس منظر اسی کے ایک نیازمند کی تحریر کے حوالے سے پیش ہے تاکہ اسے استنادی حیثیت حاصل رہے، مستند ہے میرا فرمایا ہوا، جناب مسعود عالم ندوی اپنی کتاب ''ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک'' میں لکھتے ہیں:

''ہندوستان میں حضرت سید (احمد رائے بریلوی) صاحب کی دعوت و جہاد کے ساتھ اتباع سنت اور عمل بالحدیث کا چرچا بھی شروع ہوا، خود سید صاحب اور ان کے ماننے والے اہل صادق پور (پٹنہ) تو اپنے کو حنفی مع القول بالترجیح کہتے تھے مگر خود سید صاحب کی جماعت میں مولانا اسمٰعیل شہید (۱۲۴۶ھ) کے اثر سے خالص عاملین بالحدیث کا بھی ایک طبقہ پیدا ہو گیا تھا، شروع شروع میں یہ دونوں طبقے یعنی حنفی اور اہلحدیث ساتھ مل کر کام کرتے تھے، دونوں کا زور جہاد پر تھا اور ان فروعی مسئلوں میں روادار تھے، مگر آگے چل کر جب مجاہدین کی دارو گیر شروع ہوئی اور آمین بالجہر کہنے والے پر وہابی کا شبہ کیا گیا اور وہابی کا معنیٰ سرکاری زبان میں باغی کے ہو گئے تو ہندوستان کی جماعت اہل حدیث موجودہ شکل میں ظاہر ہوئی اور ان کے سرکردہ مولوی محمد حسین بٹالوی (۱۳۳۸ھ/۱۳۵۶ھ) نے سرکار انگریزی کی اطاعت کو واجب قرار دیا۔'' [2]

مذکورہ بالا اقتباس سے سب سے پہلی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ غیر مقلدین یا جماعت اہلحدیث کے سربراہ مولوی اسمٰعیل دہلوی ہیں، ان سے پہلے اس قسم کی کوئی بات نہ تھی اور نہ ہی اس نام کی کوئی جماعت، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس جماعت کی عمر ابھی دوسو سال بھی نہیں ہوئی ہے، جبکہ اسلام کا نیر تاباں آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے پوری دنیا کو بقعۂ نور بنا چکا ہے، ساتھ ہی اس اقتباس سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آ گئی کہ اہلحدیث وہابی جماعت ہی کی ایک شاخ ہے، یہ اور بات ہے کہ اس وقت اس

* مضمون نگار دوماہی ضیائے مدینہ جمشید پور کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

نام سے کتراتے تھے کیونکہ "وہابی" کا معنیٰ برٹش گورنمنٹ کی ڈکشنری میں "باغی" تھا اور یہ لوگ اس بات کے لئے ہرگز تیار نہ تھے کہ ہم پر بغاوت کا ذرہ برابر بھی شبہ، مگر اب جبکہ یہ عارضی مانع ختم ہو چکا ہے اس لئے اب تو برملا اور فخریہ اس کا اعلان اور اعتراف کرتے ہیں، دیوبندی جماعت کے مشہور عالم مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

"فرقہ اہلحدیث کی عمر تخمیناً چالیس پچاس سال ہوگی، ہندوستان ہی میں اس مٹھی بھر فرقہ کا توارد ہوا اور یہاں ہی نشونما پایا۔" [۳]

مولوی صدیق حسن خاں لکھتے ہیں:

"قد نتبت فی ھٰذ الزمان فرقة ذات سمعة و ریاء تدعی لانفسھا علم الحدیث و القرآن و العمل بھما علی العلات فی کل شان مع انھا لیست فی شئی من اھل العلم و العمل و العرفان۔" [۴]

یعنی اس زمانے میں دکھاوے اور مکاری کا ایک فرقہ پیدا ہوا ہے، جو اپنے علاتی بھائی (احناف ومقلدین) کے مقابلے میں ہر مقام پر قرآن وحدیث پر عمل کرنے کا دعویدار ہے حالانکہ علم وعمل اور معرفت میں ان کا کچھ بھی دخل نہیں۔

مولوی محمد شاہ شاہجہانپوری رقمطراز ہیں:

"کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل نا آشنا ہیں۔ پچھلے زمانے میں شاذ و نادر ہی اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں مگر کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے بلکہ ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔ اپنے آپ کو تو وہ اہلحدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں۔ مگر مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے۔" [۵]

مولوی بشیر احمد دیوبندی لکھتے ہیں:

"سارے عالم میں غیر مقلدین کا فرقہ باقاعدہ جماعتی رنگ میں کبھی پہلے تھا اور نہ موجود ہے، صرف ایک ہندوستان ایسا ملک ہے جس میں یہ فرقہ کہیں کہیں پایا جاتا ہے، لیکن ہندوستان میں انگریزی حکمرانی سے قبل اس گروہ کا کہیں بھی نام ونشان تک نہ تھا، ہندوستان میں اس فرقہ کا ظہور وجود انگریز کی نظر کرم اور چشم کرم کا رہین منت ہے۔" [۶]

یہ دوسروں کے زبانی اس فرقہ کے نو پید ہونے کی شہادت ملی ساتھ ہی خود انہیں نے بھی اس کے نوزائیدہ ہونیکا اعتراف ہے، جیسا کہ مشہور غیر مقلد پیشوا مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

"امرتسر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ) کے مساوی ہے، اسی سال قبل سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو بریلوی حنفی کہا جاتا ہے۔" [۷]

وھابی کے بجائے اھلحدیث کیوں؟

غیر مقلدین حضرات نے جب یہ دیکھا کہ سرکاری زبان میں وہابی باغی کا مترادف ہو گیا ہے تو انہیں سخت جھٹکا لگا اور یہ سوچ کر کہ کہیں گورنمنٹ کی نظر الطاف وعنایات جلال وعتاب میں تبدیل ہو جائے، اس لئے ایک منظم پلان کے تحت سرکار برطانیہ کی خدمت میں ایک عریضہ پیش کیا جس میں یہ درخواست کی گئی کہ ہمیں "وہابی" کے بجائے اہلحدیث کے نام سے پکارا جائے، پروفیسر ایوب قادری لکھتے ہیں:

"انھوں نے (محمد حسین بٹالوی) اور ارکان اہلحدیث کی ایک دستخطی درخواست لفٹنٹ گورنر پنجاب کے ذریعے وائسرائے ہند کی خدمت میں روانہ کر دی، اس درخواست پر سرفہرست شمس العلماء میاں نذیر حسین کے دستخط تھے، گورنر پنجاب وہ درخواست اپنی تائیدی تحریر کے ساتھ گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیج دی وہاں سے حسب ضابطہ تائید آ گئی کہ "وہابی" کے بجائے اہلحدیث کا لفظ استعمال کیا جائے۔" [۸]

اس طرح سے یہ لوگ اپنے آپ کو وہابی چھوڑ کر اہلحدیث کہنے اور لکھنے لگے۔ مگر بھلا اس شعر کی حقانیت کس طرح پامال کی جا سکتی ہے۔

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

مقصد جو پہلے تھا وہ اب بھی ہے، صرف نام تبدیل ہوا ہے اور بس!

غیر مقلدین کے عقائد و نظریات

غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ اصل مآخذ قرآن و حدیث ہیں، صرف انہیں دونوں سے مسائل کا استخراج اور استنباط ہو سکتا ہے، ان کے علاوہ قیاس اور اجماع تو یہ کوئی چیز نہیں، یہ لوگ تقلید کو شخصیت پرستی اور فرقہ بندی گردانتے ہیں اور لوگوں میں بڑے زور شور سے ڈھنڈھورا پیٹتے ہیں کہ یہ جو اختلافات اور لڑائی جھگڑے ہو رہے ہیں اس کی اصل وجہ یہی تقلید شخصی ہے لوگ الگ الگ اماموں کی پیروی کرتے ہیں اور جن کی پیروی کرتا ہے وہ انہیں کی مدح و ستائش میں زمین آسمان کے قلابے ملانے لگتا ہے، بقیہ دیگر ائمہ کرام کی شان میں اہانت آمیز کلمات استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا جس کی وجہ سے مدمقابل چراغ پا ہو جاتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ نفرت کی چنگاری شعلہ جوالہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور نتیجہ قتل وخوں ریزی تک پہنچ جاتا ہے۔

مگر یہ سراسر مغالطہ اور لوگوں کو اپنے جال میں پھنسانے کا حربہ ہے، جس سے ہر ذی شعور اور بالغ نظر انسان باخبر ہے، کیونکہ کوئی بھی سمجھدار اور مسائل شرعیہ سے واقف انسان کسی امام کی شان میں گستاخی کے کلمات نکالنا تو دور کی بات ہے ایسا سوچ بھی نہیں سکتا، اس کے برخلاف خود علماء غیر مقلدین ائمہ کرام کی شان اقدس میں نازیبا کلمات استعمال کرتے ہیں، اس کی تفصیل بعد میں پیش کی جائے گی۔

مقلدین علمائے کرام کا متفقہ عقیدہ ہے کہ تقلید شخصی واجب ہے اس کے بغیر صراط مستقیم پر گامزن رہنا نہ صرف دشوار ہے بلکہ باعث خطرۂ ایمان ہے، خصوصاً اس دور میں جبکہ دینی علوم کا فقدان اور اس سے بے رغبتی بالکل ظاہر و باہر ہے، تفصیل سے بچتے ہوئے یہاں پر صرف چند عقائد مختصراً پیش کئے جاتے ہیں۔

غیر مقلدین کے مخصوص عقائد

غیر مقلدین کے مخصوص عقائد و نظریات ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں:

(۱) خدائے پاک کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ ۹

(۲) انبیائے کرام سے بھول چوک دینی احکام میں مقرر (ثابت) ہے۔ ۱۰

(۳) غیر مقلدین مسئلہ رجعت کے قائل ہیں یعنی حضرت امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں سب مردے جوان کی محبت میں مرے قبور سے قبل قیامت زندہ ہو کر ان سے مستفید ہوں گے۔ ۱۱

(۴) حضرت ابوبکر صدیق حضرت فاطمہ کے ساتھ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی کے ساتھ کینہ رکھتے تھے۔ ۱۲

(۵) سوائے حدیث متواتر کے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ثابت نہیں۔ ۱۳

کیا یہ کھلے بندوں کثیر در کثیر معجزات نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار نہیں؟ اس جماعت کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ یہ اسلام کا تصور کچھ اس انداز سے پیش کرتی ہے مغربی تعلیم یافتہ ذہن جس کا متمنی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ایک آفاقی اور عالمگیر مذہب ہے، ہر دور اور ہر زمانے کی ضرورت کی تکمیل کا سامان اس میں موجود ہے، ہر زمانہ میں اس کے زریں اصول پر عمل کیا جا سکتا ہے، اسلام ہمیشہ ترقی یافتہ رہا ہے اور اپنے ماننے والوں کو ترقی ہی کی دعوت دیتا رہا ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس جذبہ ترقی اور ذوق آرائش جمال میں اسلام کے مستحکم اور مبینہ دستور کو زیر قدم روندڈالا جائے اصول اسلام کی دھجیاں بکھیر کر خود کو ترقی یافتہ اور روشن خیال ظاہر کرنا خام خیالی کے علاوہ اور کچھ نہیں، جبکہ غیر مقلدین حضرات اسی کو اسلام کی اصل خدمت سمجھ رہے ہیں۔

غیر مقلدیت کا فائدہ

مشہور اہلحدیث عالم مولوی محمد حسین بٹالوی اپنے تجربہ کی روشنی میں جو کچھ فرماتے ہیں اسے ملاحظ کیجئے اور اس بھیانک فتنہ کی ہولناکی کا رخ متعین کیجئے، وہ لکھتے ہیں:

> ”پچیس برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں کفر و ارتداد کے اسباب اور بھی بکثرت موجود

ہیں مگر دینداروں کے بے دین ہوجانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے، مگر اہلحدیث میں جو بے علم یا کم علم ہوکر ترک مطلق تقلید کے حامی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں، اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جاتے ہیں۔'' ۱۴

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

غیر مقلدیت اشرف علی تھانوی کی نظر میں

دیوبندی جماعت کے مشہور عالم مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

''مولانا اشرف علی تھانوی محمد حسین بٹالوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ مولانا موصوف غیر مقلد تھے مگر منصف مزاج تھے، حضرت تھانوی نے فرمایا میں خود ان کے رسالہ ''اشاعۃ السنہ'' میں ان کا یہ مضمون دیکھا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پچیس سال کے تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ غیر مقلدی بے دینی کا دروازہ ہے۔'' ۱۵

اور لکھتے ہیں کہ حضر تھانوی نے ارشاد فرمایا کہ غیر مقلدی بے عقلی کی دلیل ہے، بے دینی کی نہیں، ہاں جو ائمہ مجتہدین پر تبرا کرے تو بے دینی ہے۔'' ۱۶

مولانا اشرف علی تھانوی نے کہا کہ ایسے اکثر غیر مقلدین ہیں، حدیث کا تو نام ہی نام ہے محض قیاسیات ہی قیاسیات ہیں، اپنے ہی مقلد ہیں، حدیث کی تو ہوا بھی نہیں لگی اور ایک چیز کا تو ان میں نام و نشان ہی نہیں وہ ادب ہے نہایت بے ادب اور گستاخ ہوتے ہیں جو جس کو چاہتے ہیں کہ ڈالتے ہیں بڑے جری ہیں اس باب میں اور بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنیوالا بڑے خطرے میں ہوتا ہے سوئے خاتمہ کا۔ ۱۷

تھانوی صاحب نے اور کیا کہا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اکثر غیر مقلدوں کے مذہب کا حاصل مجموعہ رخص (رخصتوں پر عمل کرنا ہے) جس کا نتیجہ اکثر بد دینی ہے۔ ۱۸

تھانوی صاحب نے اور کہا کہ غیر مقلد ہونا آسان ہے البتہ مقلد ہونا مشکل ہے۔ کیونکہ غیر مقلدی میں تو یہ ہے کہ جو جی میں آیا کرلیا جسے چاہا بدعت کہہ دیا جسے چاہا سنت کہہ دیا کوئی معیار ہی نہیں مقلد ایسا نہیں کرسکتا اس کو قدم قدم پر دیکھ بھال کرنے کی ضرورت ہے۔ بعضے آزاد غیر مقلدوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے سانڈ ہوتے ہیں اس کھیت میں منہ مارا اس کھیت میں منہ مارا نہ کوئی کھونٹا ہے نہ تھان ہے۔ ۱۹

تھانوی صاحب اور کہتے ہیں کہ اکثر محب دنیا ہیں بزرگوں سے بدگمانی اس قدر بڑھی ہوتی ہے جس کا کوئی حد و حساب نہیں اور اس سے آگے یہ ہے کہ بدزبانی تک پہنچے ہوئے ہیں ادب اور تہذیب ان کو چھو بھی نہیں گئے ہاں بعضے محتاط بھی ہیں وقلیل منہم (اور وہ بہت تھوڑے ہیں)۔ ۲۰

تھانوی صاحب اور کہتے ہیں کہ بعضے غیر مقلدوں میں تشدد بہت ہوتا ہے اور طبیعت میں شر ہوتا ہے اور مجھے تو الا ماشاء اللہ ان کی نیت پر بھی شبہ ہے سنت سمجھ کر شاید ہی کوئی عمل کرتے ہوں مشکل ہی سا معلوم ہوتا ہے۔ ۲۱

تھانوی صاحب مزید کہتے ہیں کہ آج کل کے اکثر غیر مقلد وں میں تو سوظن (بدگمانی) کا خاص مرض ہے، کسی کے ساتھ حسن ظن نہیں رکھتے، بڑے ہی جری ہوتے ہیں جو جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں جو چاہے کہ ڈالتے ہیں، ایک سنت کی حمایت میں دوسری سنت کا ابطال کرتے ہیں۔'' ۲۲

غیر مقلدیت مفتی دیوبند کی نظر میں

دارالعلوم دیوبند کے مفتی جناب مہدی حسن شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں:

''کچھ تجربہ اس امر کا یقین دلاتا ہے کہ انسان غیر مقلد ہوکر بد مذہب بدزبان بے باک بہت ہوجاتا ہے اور آنحضرت ﷺ کے عادات واطوار سے کوسوں دور ہوجاتا ہے الا ماشاء اللہ نہ مسلمانوں کو گالیاں دینے سے باک ہوتا ہے نہ صحابی کو فاسق کہنے سے ننگ معلوم ہوتا ہے نہ حدیث کے خلاف سے شرم معلوم ہوتی ہے نہ قرآن کی مخالفت کرنے سے۔'' ۲۳

غیر مقلدیت امام احمد رضا کی نظر میں

مصلح امت، مجدد ملت اعلیٰ حضرت مفتی الشاہ امام احمد رضا

خاں قادری برکاتی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

''یامعشر المسلمین! یہ فرقہ غیر مقلدین کہ ائمہ دین کے دشمن اور بیچارہ عوام اہل اسلام کے رہزن ہیں، مذاہب اربعہ کو چوراہا بتائیں، ائمہ ہدیٰ کو احبار و رہبان ٹھہرائیں، سچے مسلمان کو کافر و مشرک بتائیں، قرآن و حدیث کی آپ سمجھ رکھنا، ارشادات ائمہ کو جانچنا پرکھنا ہر عامی جاہل کا کام کہیں، بے راہ چل کر بے گناہ مچل کر حرام خدا کو حلال کردیں حلال خدا کو حرام کہیں۔'' ۲۴

مزید آگے لکھتے ہیں:

''جس نے تجربہ کیا ہے اس سے پوچھئے کہ دنیا در کنار خاص امور دین میں اصاغر بالائے طاق ان کے اکابر و معتمدین میں شنیع بے باکیاں، عظیم سفا کیان پھیل رہی ہیں خدا نہ کرے کہ کسی فاسق کو بھی اس کی ہوا لگے۔ کیا نہ دیکھا کہ ان کے امام العصر نے اپنے مہری فتویٰ دودھ کے چچا کو بھتیجی دلائی، کیا نہ جانا کہ ان کے رشید شاگرد نے مطبوعہ رسالے میں حقیقی پھوپھی تک حلال بتائی، کیا نہ سنا کہ دوسرے شاگرد نے سوتیلی خالہ کو بھانجہ کے حق میں مباح کیا اور اس آفت کے فتویٰ سے استاذ صاحب نے اپنی مہر کا نکاح کردیا پھر امام العصر کا اجرت لے کر مسائل لکھنا ایک ہی مقدمہ میں مدعی مدعاعلیہ دونوں کے پاس حضرت کا فتویٰ ہونا کیسی اعلیٰ درجہ کی دیانت ہے؟'' ۲۵

کچھ اور آگے چل کر لکھتے ہیں:

''سبحان اللہ! جب تقلید شخصی معاذ اللہ کفر و شرک ٹھہری تو تمہارے نزدیک ہر عصر کے علماء اور گیارہ سو برس کے عامہ مومنین معاذ اللہ سب کفار و مشرکین ہوئے، نہ سہی اتنا تو اجلیٰ بدیہیات سے ہے جس کا انکار آفتاب کا انکار ہے، صدہا برس سے لاکھوں اولیاء علماء محدثین فقہاء عامۂ اہل سنت واصحاب حق و ہدیٰ تقلید ائمہ اربعہ اپنے دوش ہمت پر اٹھائے ہوئے ہیں، جسے دیکھو کوئی حنفی کوئی شافعی کوئی مالکی کوئی حنبلی، یہاں تک کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ان چار مذاہب میں منحصر ہو گیا، جیسا کہ اس کی نقل سید احمد مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے شروع دلیل اول میں گزری اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کہ معتمدین و مستندین طائفہ سے ہیں تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

اھل السنۃ قد افترقت بعد القرون الثلثۃ او الاربعۃ علیٰ اربعۃ مذاھب و لم یبق فی الفروع سوی ھذا المذاھب الاربعۃ۔ ترجمہ: اہل سنت تین چار قرنوں کے بعد ان چار مذاہب پر منقسم ہو گئے اور فروع میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

طبقات حنفیہ و طبقات شافعیہ وغیرہما تصانیف علماء دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ ان چاروں مذاہب کے مقلدین کیسے کیسے ائمہ ہدیٰ و اکابرین محبوبان خدا گزرے جنہوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو مثلاً حنفی یا شافعی کہا اور ہمیشہ اسی لقب سے یاد کئے گئے اور ہمیشہ اسی کی ترویج میں دفتر لکھے، یہ سب معاذ اللہ تمہارے نزدیک چنیں چناں ہوئے۔'' ۲۶

علمائے کرام کے اقوال کی روشنی میں فرقہ غیر مقلدین یا جماعت اہلحدیث کی اصلیت و حقیقت کو جان لیجئے اور پھر اپنے لئے راہ نجات تلاش کیجئے اور دیکھئے کہ آیا اس کے دامن میں ہمیں ابدی راحت و آرام اور دائمی اطمینان و سکون نصیب ہوسکتا ہے یا نہیں؟ چلتے چلتے چند اور مسائل ملاحظہ کر لیجئے اور علمائے غیر مقلدین کی تن آسانی اور نفس پروری پر سر دھنئے:

(۱) ایک بارگی تین طلاق دینے سے صرف ایک ہی واقع ہوگی، دوبارہ رجوع کر سکتا ہے۔ (۲) وتر صرف ایک رکعت ہے۔ (۳) سفر میں چند نمازیں ایک ساتھ جائز ہیں۔ (۴) تراویح صرف آٹھ رکعت ہے۔ (۵) دومٹکا پانی کبھی گندا نہیں ہوتا، چاہے اس میں کتنی ہی نجاست پڑ جائے۔ (۶) عورتوں کے زیور پر زکوٰۃ نہیں۔ (۷) منی پاک ہے، شراب پاک ہے، مردہ جانور پاک ہے۔ (۸) دودھ کی کڑاہی میں اگر بچہ کا پیشاب گر جائے تو دودھ پاک ہے۔ (۹) خنزیر کے پیشاب کے سوا باقی سب جانوروں کا پیشاب پاک ہے۔ (۱۰) کافر کا ذبیحہ حلال ہے۔ (۱۱) ناٹک کا بطور عبرت دیکھنا جائز ہے۔ (۱۲) حائضہ عورت کو قرآن پڑھنا

جائز ہے۔(۱۳) وطی فی الدبر کی حرمت ظنی ہے۔(۱۴) کچھوا، کیکڑا اور گھونگا حلال ہے۔

یہ اور اس قسم کے اور بھی بہت سارے مسائل ''فقہ الفقیہ'' میں غیر مقلدوں کی مستند کتابوں کے حوالے سے منقول ہیں۔ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ان حقائق کی موجودگی میں یہ جماعت کہاں تک اسلامی روح کے قریب ہے، اس کا فیصلہ آپ پر ہے۔ ع

ہم کو آئینہ دکھانا ہے دکھادیتے ہیں

مأخذومراجع:

(۱) مذاہب الاسلام، از نجم الغنی، ص ۶۲۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور (۲) ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، از: مسعود عالم ندوی، ص ۲۱/۲۰ مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی (۳) جلد التہدید علی ظہر عدم التقلید، از: شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۳/ شاہ ولی اللہ اکیڈمی، دہلی (۴) الحطہ، از: نواب صدیق حسن خان، ص ۱۵۲ مطبوعہ لاہور (۵) اہلحدیث اور انگریز، از: بشیر احمد، ص ۱۶/۱۵، ابوحنیفہ اکیڈمی، پاکستان (۶) اہلحدیث اور انگریز، از: شیر احمد ص ۱۶، ابوحنیفہ اکیڈمی، پاکستان (۷) شمع توحید، ثناء اللہ پانی پتی، ص ۴۰/ کتبہ ثنائیہ، سرگودھا، پاکستان (۸) جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، از: محمد شفیع، پاکستان (۹) صیانۃ الایمان، از: مشہود الحق، ص ۵/ مرآدباد (۱۰) ردتقلید بکتاب المجید ص ۱۲ (۱۱) دراسات اللبیب، از: محمد معین، ص ۲۱۹/ لاہور (۱۲) اعتصام السنہ۔ از: عبداللہ محمدی، ص ۶۹، کانپور (۱۳) دلیل محکم از: نذیر حسین دہلوی (۱۴) اشاعۃ السنہ جلد ۱ ص ۴ مطبوعہ ۱۸۸۸ء (۱۵) مجالس حکیم الامت، ص ۲۴۲ (۱۶) ایضاً ص ۲۳۴ (۱۷) افاضات یومیہ جلد ۴ ص ۲۴ (۱۸) افاضات یومیہ جلد ۴ ص ۲۶۹ (۱۹) افاضات یومیہ جلد ۴ ص ۲۹۴ (۲۰) ایضاً جلد ۱ ص ۳۲۲ (۲۱) ایضاً جلد ۱ ص ۳۰۹ (۲۲) ایضاً جلد ۲ ص ۳۲۲ (۲۳) قطع الوتین جلد ۱ ص ۲۱ (۲۴) النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید مشمولہ فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ص ۳۰۰ (۲۵) النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید مشمولہ فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ص ۳۱۵۔

■■■

اسلاف سے وابستگی کے تقاضے

از: مولانا محمد اشرف رضا قادری

قارئین کرام! اِس وقت ساری دُنیا میں امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت کی یادمنائی جارہی ہے، آپ کے عُرس کی نسبت سے ساری دُنیا کے خوش عقیدہ مسلمان آپ کی خدمات کو یاد کرتے ہیں، دینی مجالس منعقد کرتے ہیں، عشقِ رسول کی محفلیں سجاتے ہیں، محبت رسول ﷺ کے نغمے گنگناتے ہیں، اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں، امامِ اہلِ سنّت سے نسبت و وابستگی پر اظہارِ مسرت کرتے ہیں۔

ایک سوال ہے کہ آخر امام اہلِ سنّت سے عقیدتوں کا رشتہ اِس قدر گہرا کیوں ہے؟ یہ فطری بات ہے کہ جس کی یادمنائی جاتی ہے اُس سے تعلق کی کوئی ٹھوس وجہ ضرور ہوا کرتی ہے، آپ سے تعلق کے نمایاں اسباب تین ہیں (۱) تجدیدی خدمات (۲) فروغ عشقِ رسول ﷺ (۳) معاشرتی اصلاح کے لیے کوششیں۔

امامِ اہلِ سنّت نے ایسے حالات میں جب کہ عقائد کی خرابی عام تھی، دین کے چہرے کو بدلنے کی مسلسل کوششیں ہورہی تھیں، ناموسِ رسالت ﷺ میں بے ادبی کی فضا تیار تھی، انگریز اور مشرکین کی ریشہ دوانیاں شباب پر تھیں۔ ہر گستاخ کی مکمل پشت پناہی باطل قوتیں کررہی تھیں، بیک وقت کئی گستاخ فرقے تمام وسائل سے لیس ہوکر میدانِ عمل میں تھے، بنام مسلم جو فتنے سرگرم تھے ان سے مسلم معاشرہ تباہ و برباد ہورہا تھا، ایمان کی دولت چھینی اورلوٹی جارہی تھی مسئلہ یہ تھا کہ یہ سب کام وہ کررہے تھے جو نبی کریم ﷺ پر ایمان کے دعویدار تھے، کلمہ پڑھتے تھے، نماز روزہ کرتے تھے لیکن رسول پاک ﷺ کی عظمتوں کا انکار کرکے انگریز کی پالیسیوں کو کامیاب بنانے میں لگے تھے۔ مشرکین کی ریشہ دوانیاں الگ جاری تھیں۔ اسلامی شعائر اور حدود پر مسلسل حملے کیے جارہے تھے، ایسے ناموافق حالات میں امام اہلِ سنّت نے دین کی اعتقادی سرحدوں کی حفاظت کی، فتنوں کو دور کیا، سازشوں کو بے نقاب کیا، پیہم جدو جہد سے دین کا صاف ستھرا اور پاکیزہ چہرہ عطا کیا، اپنے تجدیدی کارہائے نمایاں کے ذریعہ اسلاف سے پہنچنے والے دین کو تحفظ فراہم کیا، اس طرح کی دین کی پہچان بن گئے، خوش عقیدگی کی علامت بن گئے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا احترام اور رسول پاک ﷺ کی عظمتوں کی شمع فروزاں کردی، جس کی روشنی ایسی پھیلی کہ آج ہر زباں پکار رہی ہے۔ ؎

ڈال دی قلب میں عظمتِ مصطفی
سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

چوں کہ تمام تر اندرونی و بیرونی سازشوں کا نشانہ بقیہ ص ۲۰/ پر

از: ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری*

امام احمد رضا اور حسن اخلاق

فیاضِ ازل کی اپنے دین سے محبت بھی کیسی مثالی، البیلی اور نرالی ہے کہ جب جب دین کو جیسی جیسی ضرورتیں پڑتی رہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی شاہکار قدرت سے ویسا ہی انتظام فرماتا رہا، جب کبھی اسلام کی رگوں میں تازہ خون دوڑانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو جانباز شہدائے محبت کے ذریعہ اور اگر شریعت کی زلفِ پیچاں سنوارنے کی ضرورت پڑی تو نکتہ شناس، نکتہ رس، نکتہ آفریں فقہائے اسلام کے ذریعہ اور اگر زنگ آلود کردار و عمل، اخلاق وسیرت کو صیقل کرنے کی حاجت ہوئی تو برگزیدہ نفس صوفیا کو بھیج کر وہ انتظام فرماتا رہا کہ دین تازہ دم ہو کر تازگی نو بکھیرنے لگتا، یہ وہ نظامِ فطرت ہے جو چل رہا ہے اور چلتا ہی رہے گا، امام احمد رضا چونکہ انہی فقہا وصوفیا کی مستحکم جماعت کے اپنے دور میں تکملہ وتتمہ تھے اس لیے سرِ دست مجھے ان کی حیات و خدمات کے مہکتے گلشن کے گلِ اخلاق کی خوشبو سے اپنے قارئین کی مشامِ جاں کو معطّر کرنا مقصود ہے، اس لیے آئیے دیکھیں کہ ان کے علم کا چار دانگِ عالم میں جتنا شہرہ ہے، ان کے عشق ووفا کا بزمِ محبت میں جتنا تذکرہ ہے، ان کے اخلاقِ حسنہ کا پایہ کتنا بلند ہے، مگر پہلے ان کی حیات کے خاکہ میں علمی تاریخی رنگ ونور بھر لیں تا کہ آنے والی ہر بات سماعت کے واسطے سے بصیرت کی انجمن میں جگمگاتی رہے۔

آپ اپنے شہر بریلی کے آبائی مکان میں ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ، ۱۴ جون ۱۸۵۶ء روز شنبہ، بوقت ظہر رونق آرائے بزمِ ہستی ہوئے، چار برس کی عمر میں ناظرہ قرآن مجید ختم کیا، چھ سال کی عمر میں ربیع الاوّل کے جلسے میں بہت بڑے مجمع سے خطاب کیا، اس طرح اپنی بے نظیر ذکاوت اور محیر العقول ذہانت کے بل بوتے تیرہ سال دس ماہ پانچ دن کی عمر میں تمام تر مروجہ علومِ عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کر کے ۱۲۸۲ھ میں فارغ التحصیل ہو گئے، (عامہ کتب) آپ نے جن علوم وفنون کی تحصیل اپنے اساتذہ اور ذاتی مطالعہ سے کی ان کی تعداد بقول انہی کے ۵۹ر ہے، ان ۵۹ر علوم میں سے ۲۱ر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ علوم میں نے اپنے والد ماجد سے حاصل کیا، پھر دس علوم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے اساتذہ سے بالکل نہیں پڑھا، پر نقاد علمائے کرام سے مجھے ان کی اجازت حاصل ہے، پھر ۲۸ر علوم سے متعلق لکھتے ہیں کہ محض رب تعالیٰ کے الہامی فیض سے حاصل کیا ہے۔ [امام احمد رضا اور عشق مصطفیٰ، بحوالہ الاجازات المتنیہ]

یہ ٹوٹل ۵۹ر علوم وفنون ہوتے ہیں، پھر یہ کہ یہ اصل علوم ہیں، ان علوم وفنون سے جو نئی نئی شاخیں پھوٹی ہیں اور اربابِ فکر و نظر نے تحقیق وتنقید کی چھلنی میں ان تمام کو جب چھانا ہے تو اب تک کی جدید تحقیق وتفحص کے مطابق علوم وفنون کی تعداد ۱۰۵ر تک جا پہنچی ہے اور یہ کوئی حسنِ عقیدت یا مبالغہ آرائی نہیں بلکہ ثبوت کے لیے ہر علم وفن میں ان کی تصانیف موجود ہیں اور تعجب ہے کہ ان کی ہزار کے قریب کتابوں میں سے تقریباً ۵۰ر کتاب کا تعلق جدید علوم سائنس سے ہے، جبکہ ان علوم کی تحصیل کے لیے کبھی کسی کالج یا یونیورسٹی کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا، چند اسباق کے چند بیرونی اساتذہ کو چھوڑ کر جو کچھ پڑھا، باضابطہ طور پر اپنے گھر پر پڑھا، ایک طرف کثرتِ علوم وفنون اور دوسری طرف ان کے کُل اساتذہ جن کی تعداد صرف آٹھ ہے کو دیکھیے تو برجستہ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب مظہری کا یہ جملہ دہلیز ذہن پر دستک دینے لگتا ہے کہ ان کی کارگہہ فکر میں انجم ڈھلتے تھے، جو شخصیت علوم و معارف کی ایسی جامع ہو کہ ان کے کثرتِ علوم وفنون کا دور دور تک کوئی جواب نہ ہو، دینی درسگاہ سے لے کر عصری دانش گاہ.

* مقالہ نگار پٹنہ جامعہ رضویہ پٹنہ کے مہتمم اور اہل سنت کے معروف ومعتبر اہل قلم ہیں۔

تک جن کی دھومیں مچی ہوں آئیے دیکھیں کہ ان کی اخلاقی خو، بو کیا تھی، ان کی سیرت کا گلدان کتنا معطر اوران کے کردار کا آسمان کیسا منور تھا، آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ وہ علم میں جتنے بلند تھے عمل میں اس سے کہیں زیادہ بلند تھے، ان کے علم کے قالب پر عمل کی سیمیں قبا ایسی راس آتی تھی کہ علم اور عمل کو اگر باہم گلوگیر دیکھا ہو تو ان کی کتابِ زندگی کا کوئی ورق الٹیے، اخلاق وایثار کی تابانی سے ہر ورق فروزاں اور درخشاں نظر آئے گا، مثلاً:

(۱) آج کل پیری مریدی کا بڑا زور وشور ہے، جدھر دیکھئے جنگل میں منگل کا سماں نظر آتا ہے۔ ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی کا تصور افقِ خیال پر محوِ خرام ناز ہو جاتا ہے، شریعت نے شرائط کی زنجیر میں اس شغل کو جتنا جکڑا تھا، یارانِ میکدہ نے تیلیاں بکھیر کر آزادی اختیار کرلی، دکانیں سجی ہیں، ایجنسیاں کام کر رہی ہیں، رجھانے، لبھانے کی وہ وہ توبہ شکن ادائیں اپنائی جا رہی ہیں کہ سنگ دل بھی موم بن کر پگھل جائے، کہاں کی نماز اور کہاں کا روزہ، حلال وحرام کی کوئی فکر وتمیز نہیں ہے، بیچارہ اباحت اور اساءت کس گنتی میں ہے، پیر صاحبان کے نزدیک مرید سے خدمت لینا ہی اصل تصوف اور روحِ معرفت بن کر رہ گیا ہے مگر اعلیٰ حضرت ایسے پیر نہ تھے، وہ پہلے عالمِ باعمل تھے بعد میں صوفیٔ باصفا، ان کی ہر حرکت وسکون پر شریعت وطریقت کے پہرے بیٹھے ہوئے تھے، اس لیے ان کا ہر کام شریعت کی روشنی اور طریقت کی چاندنی میں ظہور پذیر ہوتا تھا، اسی لیے وہ خدمت لینا کم اور خدمت کرنا زیادہ اپنا شیوہ رکھتے تھے اور اس پر وہ سفر وحضر ہر جگہ عامل رہے، ۱۳۲۳ھ میں فریضۂ حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیّبہ کی حاضری کے لیے روانہ ہوئے، یہ وہ زمانہ تھا جب حجاج اونٹ، خچر وغیرہ پر سفر کیا کرتے تھے، کاریں وغیرہ اس وقت وہاں نہیں چلتی تھیں، بارہ، چودہ روز کا راستہ تھا، جب قافلہ ایک منزل پر جا کر ٹھہرا، ظہر کی نماز کا وقت ہوا، پانی کی تلاش ہوئی، اعلیٰ حضرت بھی پانی کی تلاش میں ایک سمت چل دیئے، آگے چل کر ایک کنواں جو بہت گہرا تھا، ڈول میں رسّی باندھ کر بدقت تمام پانی نکالا، لوگ استنجے کے لیے اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے، جب حاضر ہوئے تو دیکھا کہ اعلیٰ حضرت کنویں سے پانی بھر بھر کر تمام برتنوں کو بھر چکے ہیں، پیر کے لیے پانی بھرنا یہ تو سننے میں آتا ہے، مگر مرید کے لیے پانی بھرنا یہ اعلیٰ حضرت کا اخلاق ہے، اعلیٰ حضرت کی یہ رواداری اور مرید نوازی دورِ حاضر کے پیرانِ عظام کے لیے نمونہ بھی ہے، درسِ عبرت ہے، اعلیٰ حضرت کی نظر میں آقائے کائنات ﷺ کی پوری مبارک زندگی تھی خصوصاً یہ اخلاقی پہلو کہ صحابۂ کرام کے مکرر اصرار کے باوجود حضور اپنا کام خود کرنے کو ترجیح دیتے تھے، اعلیٰ حضرت حضور کی اس سنّت پر پوری زندگی گامزن رہے۔

(۲) آج دستر خان پر چاہے جتنا عمدہ کھانا چن دیا جائے، کھانے میں نقص نکالنا، عیب جوئی کرنا لوگوں کی عام عادت بن چکی ہے، ذرہ برابر احساس نہیں ہوتا کہ ہماری اس حرکتِ مکروہی کا صاحبِ خانہ کے دل پر کیا اثر پڑے گا، یہ تو عجیب بات ہوگئی، کھانا بھی کھلاؤ اور تنقید کے نشتر سے گھائل ہونے کے لیے تیار بھی رہو، مگر اللہ کے کچھ ایسے حساس دل بندے بھی ہوئے ہیں جو خود آزردہ ہو لیتے تھے مگر اپنے احباب واقربا کو آزردہ کرنے سے امکانی حد تک پرہیز کرتے تھے، خود مشقت اٹھا لیتے مگر اعزا کا مشقت میں پڑنا انہیں گوارہ نہیں تھا، اعلیٰ حضرت ایک دسترخوان پر حاضر ہیں، انواع واقسام کے کھانے چن دیئے گئے ہیں، اعلیٰ حضرت کے ساتھ مدعو مہمانوں کا جمِ غفیر ہے، دسترخوان پر موجود ککڑی کے بارے میں آپ نے صاحبِ خانہ سے اجازت مانگی، اجازت ملنے پر ککڑی کی ایک قاش اٹھا کر کھایا، پھر یکے بعد دیگرے قاش اٹھاتے رہے اور کھاتے رہے، یہاں تک کہ پوری ککڑی ختم ہوگئی، یہ ایک اچنبھے میں ڈال دینے والی بات تھی جو آج دسترخوان پر آپ سے ظاہر ہوئی۔ کھانے کے بعد کسی نے آخر پوچھ ہی لیا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا میں نے جو ککڑی کی پہلی قاش منہ میں رکھا تو وہ نہایت کڑوی تھی، پھر جو بھی اٹھاتا گیا سب کو کڑوی ہی کڑوی پایا، میں نے یہ سوچ کر سب ککڑی کھالی کہ حاضرین میں سے اگر کسی نے ایک پیس بھی کھائی تو وہ کڑوی اتنی ہے کہ کھانے والا ضرور تھوتھو کرے گا اور اس سے میرے میزبان کو شرمندگی ہوگی، میں نے اپنے میزبان کی عزت کو اپنی عزت سمجھا اور سب ککڑی

خود ہی کھا کر اپنے میزبان کو ذلّت سے بچالیا۔

(۳) غلطی کس سے نہیں ہوتی، معصوم صرف نبی و رسول اور فرشتے ہیں، تاہم غلطی ہو جانے پر غلطی کے احساس کا بیدار ہو جانا یہ کمالِ عبدیت اور جمالِ انسانیت ہے، خدانخواستہ یہ احساس اگر بجھ گیا تو پھر آدمی کہیں کا نہیں رہتا لاش کا روپ دھار لیتا ہے، یہ احساسِ ندامت ہی ہے جو انسان کو معافی تلافی کرنے، آنسو بہانے، توبہ اور دعا کرنے، رب کی روٹھی رحمت کو منانے پر ابھارتا اور اکساتا ہے، اب دیکھا یہ جا رہا ہے کہ غیر اختیاری یا اضطراری طور پر کسی سے کوئی غلطی ہو گئی، مثلاً مغلوب الغضب ہو کر کسی کو طمانچہ رسید کر دیا اور طمانچہ رسید کرنے والا علم و عمر و مرتبہ میں بہت بڑا ہے تو پھر بیچارے چھوٹے کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہوتی، چھوٹا اپنے چھوٹے پن کی وجہ سے مرعوب ہو کر کچھ نہ بولے، کچھ نہ کہے تو بھی بڑے کو خیال نہیں ہوتا کہ انجانے میں ہی سہی ہم لغزش کا شکار ہوئے ہیں، لہٰذا چھوٹے سے کم سے کم معذرت ہی کر لیں، یہ اب کے بڑے ہیں، پہلے کے بڑے ایسے ہوتے تھے کہ ہر دم انہیں احتسابِ عمل کا خیال رہتا تھا، وہ کسرِ نفسی کے اسیر اور بلندیٔ کردار میں بے نظیر ہوتے تھے، اس لیے اپنے سے بہت چھوٹے سے بھی معافی مانگنے میں انہیں کوئی عار نہیں ہوتا تھا، وہ معمولی بھول چوک پر بھی تڑپ تڑپ اٹھتے تھے، جب تک اس کا تدارک نہ ہو جائے انہیں چین نہیں آتا تھا، رمضان شریف کا مہینہ ہے، اعلیٰ حضرت معتکف ہیں، چونکہ پان کھانے کے عادی تھے اس لیے بعد افطار پان ضرور کھاتے تھے، ایک دن اتفاق سے شام کو پان نہیں آیا، سخت ناگواری ہوئی، مغرب سے تقریباً دو گھنٹہ بعد گھر کا ملازم ایک بچہ پان لایا، اعلیٰ حضرت نے اسے ایک چپت مار کر فرمایا کہ اتنی دیر میں پان لایا، بعدہ سحر کے وقت سحری کھا کر مسجد کے دروازے پر تشریف لائے، اس وقت دو شخص مسجد میں موجود تھے، ان سے فرمایا آپ صاحبان میرے کام میں مخل نہ ہوں، بعدہ اس بچے کو بلوایا جو پان دیر سے لایا تھا اور جسے تھپڑ مار دیا تھا، بچہ آ گیا تو فرمایا کہ شام کو میں نے غلطی کی جو تم کو چپت مار دی، قصور دیر سے بھیجنے والے کا تھا، لہٰذا تم میرے سر پر چپت مارو اور ٹوپی اتار کر اصرار فرمانے لگے، وہ بچہ حیران ہو کر کانپنے لگا، اس نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی حضور میں نے معاف کیا، فرمایا تم نابالغ ہو تمہیں معاف کرنے کا حق نہیں، تم چپت مارو مگر وہ نہ مار سکا، تب اپنا بکس منگوا کر مٹھی بھر پیسے نکالے، وہ پیسے دکھا کر فرمایا: میں تم کو یہ دوں گا، تم چپت مارو مگر وہ بیچارہ یہی کہتا رہا میں نے معاف کیا، آخر کار اعلیٰ حضرت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت سی چپتیں اپنے سر مبارک پر لگائیں اور پھر اسے پیسے دے کر رخصت کیا۔

(۴) اسلام میں اصلاحِ مفاسد کے اسلوب میں بڑی شائستگی اور رونق ادب و تہذیب ہے، اسلام یہ چاہتا ہے کہ سامنے والے کی دل آزاری بھی نہ ہو اور وہ شریعت و سنّت کا پیکر بھی بن جائے، ورنہ اگر تقاضائے اخلاق و انسانیت سے دور رہ کر اصلاح کی کوشش کی گئی تو ہو سکتا ہے کہ وہ اکڑ جائے اور اس طرح مزید گناہوں کے دلدل میں پھنس جائے اور اگر خامی کسی ایسے آدمی کے اندر ہے جو حسب و نسب یا علم و فضل میں بڑا ہے تب تو ولولۂ اصلاح میں اور فکر و غور کی ضرورت ہے، ورنہ نتیجہ معکوس بھی ہو سکتا ہے، یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ مصلح صاحب خود بے ادبی کا شکار ہو کر رب کے فضل سے محروم ہو جائیں، یہ جاننے کے باوجود کہ آقائے کائنات ﷺ نے مرد کے لیے سونا حرام کر دیا ہے، سونے کی انگوٹھی پہننا عام فیشن بن چکا ہے، لوگ دھڑلّے سے پہنتے ہیں، اب تو بغیر سونے کی انگوٹھی اور چین کے نکاح کا منعقد ہونا مشکل ہو گیا ہے، جیسے یہ نکاح کے رکن رکین میں شامل ہو اور اگر سونے کی انگوٹھی کوئی سیّد صاحب پہنے ہوں تو کیا کیا جائے، ایک طرف شریعت مصطفیٰ کا قانون ہے، دوسری طرف نسبت مصطفیٰ کا احترام، اس تناظر میں اعلیٰ حضرت کے حسنِ اصلاح کا حسین منظر دیکھیے، اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ایک سیّد صاحب حاضر ہوئے، انہوں نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی، یہاں معاملہ سیّد صاحب کا تھا اور اعلیٰ حضرت ساداتِ کرام کا بیحد احترام کرتے تھے، دیکھیے کس طرح حکم، ادب کے سانچے میں ڈھلتا ہے، آپ نے فرمایا سرکارِ عالی وقار اگر یہ انگوٹھی آپ مجھے عنایت فرما دیں تو عین نوازش ہوگی،

اعلیٰ حضرت کے سوال پر جھٹ خوشی خوشی سیّد صاحب نے وہ انگوٹھی اعلیٰ حضرت کی خدمت میں نذر کر دی، بعد میں اعلیٰ حضرت نے اس انگوٹھی کے وزن سے کچھ زیادہ وزن کے سونے کا زیور بنوا کر ان سیّد صاحب کی زوجۂ محترمہ کے لیے بھجوا دیا اور ساتھ ہی تحریری طور پر شریعت کا یہ حکم بھی پہنچا دیا کہ ''سونے کی انگوٹھی مرد کے لیے حرام ہے، سونے کے زیورات کی صرف عورت حقدار ہے۔''

(۵) آئیے لگے ہاتھ ایک اور سیّد صاحب کے اصلاحِ عمل کا واقعہ اور اعلیٰ حضرت کے اخلاقِ فاضلہ، معیارِ ادب کا ایک اور مشاہدہ کر لیجیے، اگر یہ واقعہ دیکھ کر، پڑھ کر یا سن کر آپ کے جذبۂ رواداری، قدرشناسی اور ادب آموزی کے گلشن میں بہاروں کی بارات اتر پڑے، تکریم وتہذیب کے خمار سے آپ کا دل سرشار ہوجائے اور آنکھیں فرطِ مسرت میں شبنمی قطرے نثار کرنے لگیں تو خاموش مت رہیے، اعلیٰ حضرت کی روح کو عقیدت کا خراج ضرور پیش کیجیے، ایک بار ایک بہت بڑا افسر جو داڑھی منڈا اور انگریزی لباس میں ملبوس تھا اعلیٰ حضرت کی زیارت کے لیے حاضر ہوا، آپ کے برادر زادے حضرت علامہ حسنین رضا خان صاحب نے اس کا تعارف کرانا شروع کیا کہ یہ کوتوال صاحب ہیں، ان کا یہ نام ہے، مگر اعلیٰ حضرت اپنے تحریری کام میں مشغول رہے، خاص توجہ نہ فرمائی، تو حسنین میاں نے کہا حضور! یہ سیّد صاحب بھی ہیں، اب اعلیٰ حضرت نے جب لفظ ''سیّد صاحب'' سنا تو چونک پڑے اور فوراً متوجہ ہوگئے۔ اور نہایت ہی ادب کے ساتھ کچھ اس طرح گفتگو شروع فرمائی: سرکار! آپ کے محکمۂ پولیس میں آپ کے اوپر بھی ضرور کچھ افسران ہوں گے، تو یہ ارشاد فرمائیے کہ ان افسران کی طرف سے جب کوئی ڈاکیہ آپ کو ان کا کوئی پیغام پہنچاتا ہے تو آپ اسے قبول فرماتے ہیں یا نہیں۔ اس نے عرض کیا عالی جاہ! کیوں نہیں، بڑے افسر جو ہوئے، ان کی حکم عدولی ہم کر ہی نہیں سکتے، اعلیٰ حضرت نے پھر نہایت ہی عاجزی اور نرمی کے ساتھ اور نہایت ہی دلنشین پیرائے میں ارشاد فرمایا: سرکار! آپ کے نانا جان ﷺ جو کہ تمام نبیوں کے بھی افسر ہیں، ان کے دربار گہربار کے ایک انتہائی ادنیٰ ڈاکیہ کی حیثیت سے میں تمام کائنات کے افسر اور اللہ عزوجل کی تمام مخلوق کے سرور ﷺ کا پیغام آپ کی خدمت میں پہنچانے کی جسارت کر رہا ہوں، حضور والا! آپ کے نانا جان ﷺ کا پیغام یہ ہے کہ ''مونچھیں پست کرو، داڑھی بڑھاؤ اور آتش پرستوں کی مخالفت کرو۔'' اعلیٰ حضرت پیغام رسالت کی گہرباری کرتے رہے اور اس کی آنکھیں ٹپاٹپ آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرتی رہیں، اس واقعہ کے چند ماہ بعد وہی پولیس افسر پھر جب اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو لوگوں کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ اس کا پورا نقشہ بدلا ہوا تھا، قلب میں عشق مصطفیٰ کا گداز گھر چکا تھا، قالب پر شریعت کا نقش چڑھ چکا تھا اور چہرہ پیارے مصطفیٰ ﷺ کی سنّت کے انوار سے جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔

(۶) سینۂ زمین پر یہ مدارسِ اسلامیہ ہی ہیں جو دین حق کے ستون اور تعلیماتِ نبوی کے روشن مینار ہیں، مدرسہ کو چونکہ رسولِ پاک ﷺ کا کاشانہ ہونے کا شرف حاصل ہے بایں وجہ ان میں زیر تعلیم طلبا مہمانانِ رسولِ گرامی وقار کہے جاتے ہیں۔ اس نسبت مصطفوی کی بنیاد پر ان کا کیسا اکرام ہونا چاہیے اور ہو کیا رہا ہے کون نہیں جانتا، ان طلبا کے ساتھ لوگ کیسا سلوک کرتے ہیں اور انہیں جیسی نظر سے دیکھتے ہیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، اکثر مدارس میں ان کا مصرف قرآن خوانی میں جانا اور پیسے بٹور کر لانا رہ گیا ہے۔ جب دیکھیے کچھ طلبا آپ کو ہاتھ میں قرآنِ مجید کا بکس سنبھالے، قرآن خوانی کے لیے جاتے ضرور نظر آئیں گے، یہ مہمانانِ رسول کی ناقدری، ان کے ساتھ ظلم اور ان کا جوہرِ حیات گم کر دینے والی بات ہے۔ کچھ مدرسے تو قرآن خوانی ہی کے فیض سے چلتے ہیں، سوچیے ایسے مدارس سے علم کا فروغ کیسے ہوگا، وہاں کی درسگاہ سے مدرسین عالی جاہ کیسے جلوہ آرا ہوں گے، ناظمین وار اکین مدرسہ کو ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے، اعلیٰ حضرت بھی ایک بہت بڑے مدرسہ دار العلوم منظر اسلام کے منتظم تھے مگر طلبا کے ساتھ ان کا رویہ، حسنِ سلوک اور اخلاقی معاملہ دیکھیے، اعلیٰ حضرت کے سب سے چہیتے شاگرد اور خلیفہ ملک العلماء

حضرت مولانا سیّد محمد ظفرالدین بہاری خود اپنا تجربہ اور مشاہدہ بیان فرماتے ہیں کہ جو طلبا رمضان شریف میں بھی بریلی شریف میں قیام کرتے تھے، اعلیٰ حضرت عید کے دن انہیں اپنے بچوں اور عزیزوں کی طرح عیدی دیتے اور پسندیدہ جوڑا سے نوازتے تھے اور ہمیشہ ان کی دل جوئی، دل بستگی فرماتے رہتے تھے، نیز ان کی ضرورت کا خاص خیال رکھتے تھے، بلکہ ان کی پسند کو ترجیح دیتے تھے، جب اعلیٰ حضرت کے پوتے مولانا ابراہیم رضا خاں کی ولادت ہوئی تو نہ صرف والدین اور اعلیٰ حضرت بلکہ تمام خاندان، بلکہ جمیع متوسلین کو از حد خوشی ہوئی، اس خوشی میں منجملہ اور باتوں کے اعلیٰ حضرت نے جملہ طلبائے دار العلوم منظر اسلام (۱۳۲۲ھ) کی ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی، بنگالی طلبا سے دریافت فرمایا آپ لوگ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا مچھلی بھات، چنانچہ روہو مچھلی بہت وافر طریقے پر منگائی گئی اور ان لوگوں کی حسب خواہش دعوت ہوئی، بہاری طلبا سے دریافت فرمایا آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے، توان لوگوں نے کہا بریانی، زردہ، کباب اور میٹھا ٹکڑا۔ بہاری طلباء کے لیے ویسا ہی پُر تکلف کھانا تیار کیا گیا، پنجابی اور ولایتی طلبا کی خواہش ہوئی دنبہ کا خوب مجرب گوش اور تنور کی پکی گرم گرم روٹیاں، غرض ان لوگوں کے لیے اسی طور پر اس کا انتظام ہوا، مزید اس وقت خاص عزیزوں، مریدوں کے لیے جوڑا بھی تیار کیا گیا۔

(۷) دعوت کرنا اور دعوت میں جانا دونوں پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنّت ہے، مگر دعوت کے بھی کچھ اصول و اسلوب اور سلیقہ و آداب ہیں، اب کہاں وہ اصول و اسلوب اب تو صرف دعوت ہے، نہ اِدھر اخلاص کی رنگینی ہے نہ اُدھر محبت کی چاشنی۔ سوئے اتفاق سے اب تو امیر و غریب کی تفریق درمیان میں حائل ہو گئی ہے، دعوت اگر امراء کی طرف سے ہے تو فراخ دلی سے قبول کی جاتی ہے اور اگر کسی غریب کی ہے تو یا تو خوبصورت بہانے سے ردّ کر دی جاتی ہے، یا بادلِ نخواستہ قبول بھی کر لی گئی تو نہ جانے کے، نہ جانے کتنے حیلے تلاش کیے جاتے ہیں، تاہم یہ تفریق ہمارے اسلاف میں نہ تھی، وہ بڑے دریا دل اور کشادہ ظرف حضرات تھے، ان کے پیار کا ابرِ باراں جس طرح امیر کے محل پر برستا تھا اسی طرح غریب کی جھونپڑی اور فقیر کی کٹیا پر بھی، بلکہ وہ ایسے فیض رساں، کرم گستر اور خلوص بخش حضرات تھے کہ غریب و محتاج اشخاص اس یقین کے ساتھ اپنے مرکزِ عقیدت کی دعوت کرتے کہ ان حضرات کے مبارک قدم کی برکت سے ہماری محتاجی و پریشانی دور ہو جائے گی، خوش حالی اور خوش آلی کے دن آئیں گے، ہمارے گھر میں بھی خوشیوں کی خوشبو پھیلے گی۔ اللہ تعالیٰ بھی ان کی نیک نیتی اور پاکیزہ خیالی کی لاج رکھتا تھا اور واقعی ہوتا بھی ویسا ہی تھا، غریب کو جو میسّر ہوتا خوشی خوشی دسترخوان پر حاضر کر دیتا اور مہمانانِ گرامی قدر بھی خوب جی بھر کر، سیر ہو کر کھانا تناول فرماتے اور بعد اکل و شرب دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اپنے میزبان کے لیے دعا کرتے، صمیمِ قلب سے نکلی ہوئی دعا بابِ اجابت کو کھٹکھٹاتی اور ادھر غریب کے وارے نیارے ہو جاتے، بدحالی جاتی خوش حالی آتی، غریبی جاتی امیری آتی، گھر کا پورا ماحول چند ساعتوں میں بدل جاتا۔

ایک کمسن صاحبزادے نہایت ہی بے تکلّفانہ انداز میں، سادگی کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی میری والدہ نے تمہاری دعوت کی ہے، کل صبح کو بلایا ہے، اعلیٰ حضرت نے ان سے دریافت فرمایا، مجھے دعوت میں کیا کھلائیے گا، صاحبزادے نے اپنے کرتے کا دامن جو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھا پھیلا دیا، جس میں ماش کی دال اور دو چار مرچیں پڑی ہوئی تھیں، کہنے لگا دیکھیے نا یہ دال لایا ہوں، اعلیٰ حضرت نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا، اچھا میں اور یہ حاجی کفایت اللہ صاحب کل دس بجے دن حاضر ہوں گے اور حاجی صاحب سے فرمایا مکان کا پتہ دریافت کر لیجیے، صاحبزادے مکان کا پتہ بتا کر خوش خوش چلے گئے، دوسرے دن وقت متعین پر اعلیٰ حضرت عصائے مبارک ہاتھ میں لیے ہوئے باہر تشریف لائے اور حاجی صاحب سے فرمایا چلیے۔ جس وقت مکان پر پہنچے تو وہ صاحبزادے دروازہ پر کھڑے انتظار میں تھے۔ اعلیٰ حضرت کو دیکھتے ہی بھاگتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے ارے امی مولوی.

صاحب آ گئے، مکان کے اندر چلے گئے۔ دروازہ میں ایک چھپر پڑا تھا، وہاں کھڑے ہوکر اعلیٰ حضرت انتظار فرمانے لگے، کچھ دیر بعد ایک بوسیدہ چٹائی آئی اور ڈلیا میں موٹی موٹی باجرہ کی روٹیاں اور مٹی کی رکابی میں وہی ماش کی دال، جس میں مرچوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے لاکر رکھ دی اور کہنے لگے لو کھالو، اعلیٰ حضرت نے فرمایا بہت اچھا کھاتا ہوں، ہاتھ دھونے کے لیے پانی لے آئیے، ادھر وہ صاحبزادے پانی لانے کو گئے اور ادھر حاجی صاحب نے کہا حضور یہ مکان نقارچی کا ہے، اعلیٰ حضرت یہ سن کر کبیدہ خاطر ہوئے اور طنزاً فرمایا، ابھی کیوں کہا کھانے کھانے کے بعد کہا ہوتا، اتنے میں وہ صاحبزادے پانی لے کر آ گئے، اعلیٰ حضرت نے دریافت فرمایا آپ کے والد صاحب کہاں ہیں اور کیا کام کرتے ہیں، دروازے کے پردے میں سے صاحبزادہ کی والدہ نے عرض کیا حضور میرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے، وہ کسی زمانے میں نوبت بجاتے تھے، اس کے بعد توبہ کرلی تھی، اب صرف یہ لڑکا ہے جو راج مزدوروں کے ساتھ مزدوری کرتا ہے، حضور نے الحمدللہ کہا اور دعائے خیر و برکت فرمائی، دل ہی دل میں حاجی صاحب کے یہ خیال گشت کرتا رہا کہ حضور کو کھانے میں بہت احتیاط ہے، غذا میں سوجی کا بسکٹ استعمال میں ہے، یہ روٹی اور وہ بھی باجرے کی اور اس پر ماش کی دال کس طرح تناول فرمائیں گے، مگر قربان اس اخلاق اور دلداری کے کہ میزبان کی خوشی کے لیے خوب سیر ہوکر کھایا، حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میں جب تک کھاتا رہا، اعلیٰ حضرت بھی برابر تناول فرماتے رہے، وہاں سے واپسی میں حاجی صاحب سے اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا، اگر ایسی خلوص کی دعوت ہو تو میں روز قبول کرلوں۔

یہ ہے خورد اں نوازی اور یہ ہے غریب کی دل جوئی اور خوش خلقی کا وہ اعلیٰ نمونہ جسے آئیڈیل بنا کر کردارِ معاشرہ کی زلف برہم کو سنوارا جاسکتا ہے، ان کے آثار و مروت کے جواہر پاروں اور خلوص و وفا کے رنگ برنگ پھولوں سے ان کی کتابِ سیرت کا ہر ورق گلنار بنا ہوا ہے، ان کی داد و دہش اور فیاضی و نوازش کا عالم یہ تھا کہ کاشانۂ اقدس سے کبھی کوئی سائل خالی نہ لوٹا، اس کے علاوہ بیوگان کی امداد، ضرورت مندوں کی حاجت روائی اور ناداروں کے لیے باضابطہ مہینے مقرر تھے اور یہ اعانت فقط مقامی نہیں تھی بلکہ بیرونِ ملک بذریعہ منی آرڈر روپیہ روانہ فرمایا کرتے تھے، کچھ طلبا جو باہر علم دین حاصل کر رہے تھے ان کی بھی کفالت آپ فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ مدینہ طیّبہ کے بعض حضرات کے نام ۵۰ ؍ روپیہ مہینہ پابندی سے بھیجا کرتے تھے، ایک بار مدینہ طیّبہ روپیہ روانہ کرنا تھا مگر اتفاق سے اس وقت ہاتھ خالی تھا، روپیہ بھیجنے میں تاخیر پر جو آپ کو قلق ہوا تھا اس کی تفصیل کے لیے حیاتِ اعلیٰ حضرت، اوّل، ص ۵۲ ؍ کا مطالعہ کیجیے، آنکھیں کھل جائیں گی، دل ٹھنڈا ہو جائے گا، اس طرح کے درجنوں نہیں سینکڑوں واقعات سینۂ کتب کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

آج کے شوریدہ اور پراگندہ ماحول میں ان سب کی رونمائی کی ضرورت ہے، یہ سب واقعات ایسے ہیں جن میں اعلیٰ اخلاقی قدروں کے لعل و گہر ہیں، انسانیت و شرافت کے شمس و قمر ہیں۔ دلداری و دلسوزی کے عمدہ نمونے ہیں۔ بداخلاقی کی بنجر زمین پر خوش اخلاقی کے بیلا و گلاب کھلا دینے والے جوہر ہیں، ان کی اس نفیس اور عزیز و لذیذ خوبیوں کی واحد وجہ یہ تھی کہ ان کے سب کام محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوا کرتے تھے۔ وہ مرنجاں مرنج قسم کے صوفی در کفِ جامِ شریعت در کفِ سندانِ عشق کا مرقع عارف کامل تھے۔ نہ کسی کی تعریف سے مطلب، نہ کسی کی ملامت کا خوف تھا۔

حدیث شریف مَن اَحَبَّ لِلّٰہِ وَ اَبغَضَ لِلّٰہِ، وَ اَعطٰی لِلّٰہِ وَ مَنَعَ لِلّٰہِ فَقَقد استَکمَلَ الایمان (جس نے کسی سے محبت کی تو اللہ کے لیے، دشمنی کی تو اللہ کے لیے، کسی کو دیا تو اللہ کے لیے اور کسی کو منع کر دیا تو اللہ کے لیے تو یقیناً اس نے اپنے ایمان کو مکمل کرلیا) کے کامل مصداق تھے۔

کاش اپنے اسلاف کی سیرت و حیات کے گلشن سے کچھ بھی گل چینی کر کے ہم بھی محبت و وفا کا وہی مظاہرہ کرتے، کاش ان کے نقشِ قدم کی دھول کو اپنے چہرۂ حیات بقیہ ص ۱۷ ؍ پر

حرا کا چاند! ایک تعارف

مبصر	:	مولانا ملک الظفر سہسرامی دار العلوم خیریہ نظامیہ سہسرام (بہار)
نام کتاب	:	حرا کا چاند
شاعر	:	مولانا عبد الرزاق راہی ضیائی
ضخامت	:	صفحات
ہدیہ	:	۷۰/روپے
ناشر	:	ضیاء پبلی کیشنز، دار العلوم ضیاء الحبیب، مرولیا، پرولیا، مغربی بنگال
ملنے کے پتے	:	نشاط بکڈپو، بمقابل فائر اسٹیشن، آسنسول و مدرسہ اہل سنت مخدوم العلوم شری پور بازار بردوان، بنگال۔

اسلامی نقطۂ نظر سے نفس شاعری قابل تحسین نہیں رہی بلکہ شعراء کی آزاد خیالی اور فکری بے راہ روی کے سبب اسلام کے نزدیک شاعری قابل مذمت ہی سمجھی گئی، چنانچہ جب شعراء کی مذمت میں آیت قرآنیہ کا نزول ہوا تو اسلام کے دامن سے وابستگان کی نیند حرام ہوگئی اور روتے روتے ان کا حال خراب ہوگیا، لیکن اسی اسلام نے جب شعر وسخن کا قبلہ درست کیا، آزاد خیالی اور فکری بے راہ روی کو پابند سلاسل کیا، بھٹکے ہوئے آہو کو حرم کا رستہ دکھا کر ان کے افکار وخیالات کی تطہیر فرمائی تو حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان جیسے دوسرے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے شعر وسخن سے بھی گلشن اسلام کی آبیاری اور حسن کاری کی قابل قدر زریں خدمات انجام دیں اور آج تک ان کی اتباع و پیروی میں شعراء حضرات فن شاعری کا استعمال حمد باری تعالیٰ، نعت پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں کرتے چلے آرہے ہیں، جس طرح دشمنان اسلام اور شاتمان رسول علیہ التحیۃ والثناء کی گوشمالی اور ان کی ہجو قرن اوّل کے پاک طینت اصحاب کی خصوصیت تھی آج بھی ان کی اقتداو پیروی میں شعرائے اسلام اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔

اس قبیل کے شعراء کو آقائے کائنات ﷺ نے **اللھم ایدہ بروح القدس**، جیسی پاکیزہ دعاؤں سے نواز کر دولت بے بہا عطا فرمادی، میرے خیال میں سرکار دوعالم ﷺ کی یہ مبارک دعا قیامت تک کے ان تمام مسلم شعرائے عظام کے حق میں ہے جنہوں نے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اقتداو پیروی میں شعر وسخن کی بیاض روشن کی۔

نعتیہ شاعری ہر دور میں مسلمانوں کے بے قرار جذبوں کی تسکین کا سامان بنتی رہی اور اس گلستاں میں عقیدت ومحبت کے گل ولالہ کی کاشت ہر دور کے خوش بخت مسلمانوں کا ایمانی شیوہ رہا، سرکار دوعالم ﷺ کے جمال جہاں آراء کے ذکر جمیل سے اپنے فن کو جلا بخشی جاتی رہی، ان کے اوصاف حمیدہ کی بوقلمونیوں کا احاطہ شاعری میں کیا گیا لیکن حق یہ ہے کہ نعتیہ شاعری کا حق کسی سے ادا نہ ہوسکا اور نہ ادا ہوسکتا ہے، کیونکہ آپ کے اوصاف حمیدہ کا بیان انسانی دسترس سے باہر ہے ؎

لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ان کی تعریف وستائش میں ہر بیان ناقص اور ادھورا محسوس ہوتا ہے، خدا کے بعد انہیں سب کچھ کہا جاسکتا ہے، خدا کے بعد انہیں سب کہو خدا نہ کہو، اصغر گونڈوی کی زبان میں کہا جائے تو ؎

اگر خموش رہوں میں، تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو ترا حسن ہوگیا محدود

اس بارگاہ ناز میں ہر بیان عجز بیان کا نمونہ بن کر سامنے آتا ہے جب ہی تو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعتیہ شاعری کی شاہ راہ سے گزرتے ہوئے اپنی اسی بے بسی کا اظہار فرماتے ہیں۔ ؎

ما ان مدحت محمدًا بمقالتی
لکن مدحت مقالتی بمحمد

غالب جیسے استاذ اور قادر الکلام شاعر نے نعتیہ شاعری کے میدان میں قدم رکھے تو یہ بھاری پتھر ان سے نہ اٹھ سکا اور اپنے فکر وفن کی سلامتی اسی میں محسوس کی۔ ؎

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کآں ذات پاک مرتبہ دانِ محمد یست

اوصاف محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء کے بیان میں قادر الکلام شاعر نعت سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ اسی عجز بیان کو اپنی نعتیہ شاعری کا دیباچہ واختتامیہ بناتے ہوئے گویا نظر آتے ہیں۔ ؎

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

عاجزی ودرماندگی کے تمام تر اقرار واعتراف کے باوصف ہر دور میں مخلص ارباب فکر نے بے قرار جذبوں کی تسکین کے لیے نعت کی بیاض سجائی سنواری، حضرت راہی ضیائی بھی انہی مخلص ارباب فکر وخیال کی ایک کڑی ہیں جنہوں نے نام ونمود سے دور رہ کر ایوان نعت کو اپنے اشعار سے سجانے سنوارنے کی کوشش کی، آپ کا تعلق شعرائے کرام کی اس نسل سے ہے جو لفظوں کی شیشہ گری سے زیادہ معانی کے لعل وگہر تلاش کرنے میں رہتی ہے، زیر تبصرہ مجموعہ نعت ''حرا کا چاند'' موصوف کی نعتیہ شاعری کا مجموعہ ہے، جس میں ۱۹۷۳ء سے ۱۹۸۳ء تک تحریر کئے جانے والے نعتیہ کلام شامل کیے گئے ہیں، اس مجموعۂ کلام میں حضرت راہی ضیائی نے اپنا کوئی تعارف نامہ شامل کرنے سے قصداً گریز فرمایا ہے میرے خیال میں وہ اس بات کے قائل نظر آتے ہیں کہ

میں غلام رسول اکرم ہوں
یہ تعارف بڑا تعارف ہے
[منیؔر قصوری]

یقیناً ان کا یہ مختصر لیکن باوزن مجموعۂ نعتیہ شاعری سرکار دوعالم ﷺ کی غلامی کا اظہار یہ بن کر سامنے آیا ہے اور ایک دیندار مسلمان کا اس سے بہتر کوئی دوسرا تعارف نہیں ہوسکتا۔

''حرا کا چاند'' عقیدت ونیازمندی کی بیاض ہے تو عقائد ونظریات کا غیر مبہم اشاریہ بھی، سرکار دوعالم ﷺ کی بوقلموں صفات کا عکس وآئینہ ہے تو وہیں اس میں عشق رسول کونین ﷺ کی بہار جاں فزا بھی عقائد باطلہ فاسدہ کے ردوتردید کی جولانیاں ہیں تو استدلال کا زور بیان بھی، فکر ونظر کی پاکیزگی ہے تو تخیلات کی بلندیاں بھی، سرکار دوعالم ﷺ کے بیان حسن وجمال پہ ہر صاحب فکر کا تخیل دست بستہ نظر آتا ہے کوئی قلم ایسا نہیں جو آپ کے بے کراں حسن وجمال کا عکس وآئینہ بنا سکے، کوئی بیاض ایسی تیار نہیں ہوئی جس میں آپ کے جمال جہاں آراء کا کما حقہ بیان آسکا ہو، سیدنا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے حسن وجمال کا خاکہ مرتب فرمایا تو یہی کہا۔ ؎

و اجمل منك لم ترقط عيني
و احسن منك لم تلد النساء
خلقت مبرأ من كل عيب
كانك قد خلقت كما تشاء

حضرت منیؔر قصوری نے آپ کی اتباع وپیروی فرمائی تو یہ قطعہ اردو داں طبقے کے سامنے بطور ترجمہ پیش فرمایا۔ ؎

حضور آپ سے بڑھ کر کوئی حسین وجمیل
نہ میری آنکھ نے دیکھا، نہ عورتوں نے جنا
حضور آپ تو ہر عیب سے مبرا ہیں
کہ جیسا آپ نے چاہا خدا نے خلق کیا

فکر وخیال کی تمام تر بوقلمونیوں کے باوصف نعت کے میدان میں عجز بیانی ہر بلند فکر وخیال شاعر کا اعتراف نامہ بنا۔ ؎

شان ان کی سوچیے اور سوچ میں کھوجائیے
نعت کا دل میں خیال آئے تو چپ ہوجائیے
قلم خوشبو کا ہو اور اس سے دل پہ روشنی لکھوں
مجھے توفیق دے یارب کہ میں نعت نبی لکھوں

نعتیہ شاعری اگر جذبات واحساسات کی ترجمان رہی ہے تو وہیں عقائد ونظریات کا اظہاریہ واشاریہ بھی، اگر درد دل کی تڑپ کا احساس اس میں نمایاں ہوتا ہے تو وہیں وہ امت شکستہ حال کا شہر آشوب بھی اور بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثناء میں استغاثہ اور فریاد بھی ہے، حضرت راہی ضیائی بھی اس چارہ ساز بے کساں، والی امت

کے حضور استغاثے کی زبان بن کر فریادی نظر آتے ہیں۔ ؎

ذلیل و خوار، پریشاں کی داستان سنیے
غموں کے مارے مسلماں کی داستاں سنیے
شکستہ حال یہ امت سلام کہتی ہے
حضور! میری عقیدت سلام کہتی ہے
خدا نے آپ کو بخشا ہے اختیار جہاں
مٹائیے مرے ماتھے سے کلفتوں کے نشاں
ہر ایک ساعت کلفت سلام کہتی ہے
حضور! میری عقیدت سلام کہتی ہے

لاریب دارین کی تمام بہاریں آقائے کونین ﷺ کے دم قدم سے ہیں، عزت و سرخ روئی کا دیباچہ ان کے مقدس قدموں سے لپٹ کر، خاک پائے ناز چوم کر تحریر ہوتا ہے، زندگی و بندگی کے تمام اوراق پر انہی کے نقش قدم سے روشنی و تابانی ہے، اجالوں کی تمام کرنیں انہی کے عارض منور سے خیرات لے کر طلوع ہو رہی ہیں، ان کے نقش قدم سے الگ ہٹ کر نہ زندگی، زندگی ہے اور نہ ہی بندگی، بندگی، یقیناً اس بابرکت ذات سے۔ ع

سب حروف روشن ہیں
سب ورق سنہرے ہیں
زیست کی کتابوں کے

یقیناً دین و دنیا کی تمام بہاریں آپ کی ذات اقدس کا صدقہ و خیرات ہیں، آپ کے نقش قدم پہ مر مٹنے والے دارین میں تاجدار بنے نظر آتے ہیں۔ ؎

اے زہے قسمت اگر دشت جہاں میں آپ کے
نقش پا پر چلتے، چلتے نقش پا ہو جائیے

یہی اظہار خیال حضرت راہی ضیائی کی شاعری کا بھی حصہ بنتا نظر آرہا ہے۔ ؎

شعور زندگی ٹھہرا، فراز بندگی ٹھہرا
وہ رستہ جو نبی کے پائے اطہر کے نشاں تک ہے
وہ راستہ جو ہے منسوب ان کے قدموں سے
وہی تو خلد کا رستہ دکھائی دیتا ہے
دکھلاتا ہے جو منزل مقصود کا رستہ
وہ سرور عالم کے کف پا کا نشاں ہے

نعتیہ شاعری ہر دور میں مسلمانوں کے بے قرار جذبوں کی تسکین کا سامان بنتی رہی اور اس گلستان عقیدت و محبت میں گل و لالہ کی کاشت ہر دور کے خوش بخت مسلمانوں کا ایمانی شیوہ رہا، نعت پاک کی ابتدا کے سلسلے میں دانشوروں کے مختلف خیالات اور الگ الگ آراء ہیں، لیکن اعتراف حقیقت یہ ہے کہ اس کی جڑیں بہت گہری اور اس کی شاخیں بے پناہ پھلی ہوئی ہیں، پیش لفظ کے تحت ڈاکٹر سید محمد اکمل اجملی رقمطراز ہیں:

''نعت کی تاریخ عظیم ہی نہیں اس کی جڑیں کافی دور تک اپنا پھیلاؤ رکھتی ہیں، قرآن وحدیث کے مطابق جو نعت گوئی کے لیے اصل سرچشمہ اور آپس میں اجمال و تفصیل کی حیثیت رکھتے ہیں نعت کی ابتداء خدائے پاک کی خلقت اوّل سے ہوتی ہے، قرآن کریم کی قرآن کریم کی آیات ''لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ'' یا ''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ'' یا ''يٰۤاَيُّهَا الۡمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيۡلَ اِلَّا قَلِيۡلًا'' یا ''يٰۤاَيُّهَا الۡمُدَّثِّرُ''، یونہی حروف مقطعات مثلاً طٰہٰ، یٰسٓ، المص، یہ سب نعت محمدی کی واضح وروشن دلیلیں اور تاریخ نعت کی اہم کڑیاں ہیں، یہ تو چند مثالیں ہیں جو میں نے دی ہیں ورنہ پورا قرآن کریم نعت محمدی سے پر ہے اور پھر پروردگار عالم جل جلالہ کے حکم سے نہ صرف اس کے مقدس فرشتوں نے سیدنا آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہو کر نور محمدی کو تعظیم دی اور عملی طور پر خود کو محمد عربی ﷺ کے مداحوں میں شریک وثابت کیا بلکہ خدائے پاک کی تمام مخلوقات میں ان کی صفات کے گن گائے اور ان کی خوبیوں کو بیان کیا، بالخصوص انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنے اپنے زمانے میں ان کے اوصاف و کمالات بیان کیے اور ان کی آمد کی پیشن گوئی فرمائی، ابو البشر سیدنا آدم علیہ السلام نے ان کے اوصاف بیان کیے اور انہیں اپنا وسیلہ بنایا، جناب شیث علیہ السلام نے انکا ذکر کیا، حضرت نوح

علیہ السلام نے ان کی صفات گنائیں، سیدنا ادریس علیہ السلام نے ان کی تعریف کی، ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی بعثت کے لیے دعا کی اور ان کے علم وحکمت کے گیت گائے اور حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے اپنے کردار وعمل سے ان کے صبر واستقامت کو خراج پیش کیا۔

غرضیکہ رسول عربی کا نور پاک جس جس کی پیشانی میں چمکا ان سبھوں نے آپ کی انفرادیت اور کمال یکتائی کے گیت گائے، اس لیے کہ یہی نور پاک سب کی نجات کا باعث تھا، اسی نور کی بدولت سارے لوگ مامون ومحفوظ تھے۔

اگر نام محمد را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ، نہ نوح از غرق نجینا

رفعت مقام مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے تعلق سے بعض کج فہم حضرات کا یہ اعتراض ہے کہ ہم مداحان مصطفیٰ ﷺ نعت نگاری کے مرحلے سے گذرتے ہوئے مبالغے سے کام لیتے ہیں بلکہ بعض تو یہاں تک کہہ گذرے ہیں کہ ثنائے مصطفیٰ ﷺ میں ہم غلو کی حد سے گذر جاتے ہیں، اولاً ایسا کوئی خوش عقیدہ شاعر پیش نہیں کیا جاسکتا جس نے عبد و معبود کا فرق ملحوظ نظر رکھے بغیر نعت گوئی کی ہو، دوم یہ کہ حد سے گذرنے کا دعویٰ اس وقت قابل قبول ہوگا جب مقام مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی حد مقرر کردی جائے، رفعت مصطفیٰ ﷺ کا پیمانہ مقرر کردیا جائے، **ورفعنا لك ذكرك**، اے محبوب ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند فرمایا۔"

میرے خیال میں آج تک ایسا کوئی پیمانہ مقرر نہیں ہوسکا جو مقام رفعت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی حد مقرر کرسکے یہاں تو بس اگر کوئی حد ہے تو یہی ہے۔ ع

خدا کے بعد انہیں سب کہو خدا نہ ہو

اور اسی اسلامی فکر کے زیر اثر شعرائے کرام بیاض نعت میں سرکار دوجہاں فخر موجودات، رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے جمال جہاں آراء کی تصویر کشی ومنظر نگاری کرتے ہیں نیز ان کی بوقلموں صفات کے بیان سے نعتیہ شاعری کو تب وتاب دیتے نظر آتے ہیں۔ حضرت راہی ضیائی بھی اسی لئے میں لئے ملاتے ہوئے نعتیہ شاعری کا سفر تدریجاً طے کرتے نظر آتے ہیں، انہوں نے اپنی نعتیہ شاعری کو اپنے عقائد ونظریات کا ترجمان بنا کر پیش کیا ہے، سلف سے خلف تک جمہور مسلمین کا جن عقائد ونظریات پہ اتفاق تھا آج ان کے خلاف منصوبہ بند انداز میں محاذ آرائی کی جارہی ہے، اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایمان واسلام کو ہی قرآن مقدس نے قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے معیار مقرر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: فان آمنوا بمثل مآ آمنتم به فقد اهتدوا۔

جن عقائد ونظریات کے خلاف آج شرک وبدعت کے نعرے لگائے جارہے ہیں وہ قرن اول کے مقدس مسلمانوں کا نشان امتیاز رہا ہے۔ حضرت راہی ضیائی کا یہ مجموعۂ نعت "حرا کا چاند" بھی انہی اسلامی عقائد ونظریات کا ترجمان بن کر ابھرتا ہے، ان کے نعتیہ اشعار میں اگر تعلق باللہ کا اظہار ہے تو وہیں رسول کونین ﷺ سے رشتۂ غلامی مضبوط کرنے پہ بھی زور صرف کیا گیا ہے۔

سرزمین نجد سے اہانت رسول کی ایک مہم کا آغاز ہوتا ہے، ابن تیمیہ کے غیر اسلامی افکار ونظریات کے فروغ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی نے نام نہاد توحید خالص کا علم بلند کیا اور توحید کے پرستاروں کو ایک نئی راہ پہ لگادیا۔ نئے عقائد ونظریات کی داغ بیل ڈالی جس کا تانا بانا اسلام اور دین سے قطعی نہیں ملتا، رسول کونین ﷺ کی صفات عالیہ پر حملے کیے گئے، ان کے علم وفضل پہ نکتہ چینیاں کی گئیں، علم غیب عطائی کا نہ صرف انکار کیا گیا بلکہ تمسخر واستہزاء کے انداز میں گفتگو کی گئی، اختیارات مصطفیٰ کا انکار کیا گیا، ان باطل افکار ونظریات کے ردوابطال میں علمائے اہل سنت ہمیشہ نثر ونظم کے ذریعے سرگرم عمل رہے۔

حضرت راہی ضیائی بھی انہی حق پسند، حق گو علما کے شانہ بشانہ نظر آتے ہیں اور اشعار میں انہوں نے ان باطل عقائد ونظریات کا سنجیدگی کے ساتھ بھر پور رد فرمایا ہے، آقائے کونین ﷺ سے بڑے بھائی کا رشتہ قائم کرنے کی ناپاک جسارت کرنے والے کور چشموں سے تخاطب فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔ ؎

بعد میں کیجئے دعویٰ مثلیت
پہلے قوسین تک تو گذر جائیے

لاریب تمام رفعت افلاک جس کی گرد راہ ہو، جو مقام ''قاب قوسین او ادنیٰ'' سے گذر رہا ہو اس سے مثلیت اور ہمسری کا دعویٰ فکری ونظریاتی دیوالیہ پن کا ثبوت ہے، اس مقام پہ تو ایک مومن کامل کا عقیدہ حضرت راہی کی زبان میں یہی بول رہا ہے۔ ؎

منزل قاب قوسین ان کو ملی
اپنے جیسا انہیں کس طرح ہم کہیں

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں، ایسے گستاخ اور دریدہ دہنوں کو مکمل استدلالی قوت کے ساتھ جواب دیتے ہیں۔ ؎

اے کج نگاہ! دیکھ صداقت کی آنکھ سے
اعجاز واختیار جو شق القمر میں ہے

اس شعر میں ''صداقت کی آنکھ سے'' کا استعمال بھی بہت معنیٰ خیز محسوس ہوتا ہے، ایک مفہوم تو بالکل ظاہر ہے، لیکن دوسرا معنیٰ یہ بھی نکلتا ہے کہ معجزۂ شق القمر کو حضرت سیدنا صدیق اکبر و دیگر جاں نثار اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نظر سے دیکھا جائے تو اس میں رسول اللہ ﷺ کا جو سراپا ابھرتا ہے وہ ایک مجبور کا نہیں بلکہ مختار کل کا۔ لیکن اختیار کی یہ تمام بہاریں دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ اسے نظر آئیں گی جسے صداقت کی نظر نصیب ہوئی ہے۔ منافقت کی نگاہ سے یہ تجلیات نہیں دیکھی جاسکتیں۔ ؎

آنکھ والے تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر؟ کیا دیکھے

منکرین اختیار مصطفیٰ ﷺ کو مشاہدات کے اجالے میں اختیار مصطفیٰ کی بہاریں دکھاتے ہوئے حضرت راہی فرماتے ہیں:

اللہ رے مختار دوعالم کا تصرف
یارائے سخن پائے حجر دیکھ رہے ہیں

ادب واحترام بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثناء کا درس تو ہمیں اصحاب کرام سے ملا قرآن مقدس کے روشن صفحات میں بارگاہ نبوی کے تعلق سے ادب واحترام کی شمع قدم بقدم تابناک نظر آتی ہے، حضرت راہی اس بارگاہ ناز میں پلکوں سے چلنا بھی بے ادبی تصور کرتے ہیں اور بے ادبوں کو ایمان کی مکمل حرارت کے ساتھ جواب دیتے ہیں۔ ؎

جلیں تو جلتے رہیں دشمنان دین وخرد
جنہیں ہے پاس ادب وہ قیام کرتے ہیں

عقیدے کے اس شعر میں کس قدر برجستگی ہے، کیا حسین پیرایۂ بیان ہے ''جلیں تو جلتے رہیں'' اور پھر ''دشمنان دین وخرد'' کی ترکیب بھی بہت بلند اور معنیٰ خیز ہے یعنی آداب بارگاہ نبوی میں ادب واحترام کی تصویر بن جانے والے عقیدت مند مسلمانوں پر جو لوگ چیں بجبیں ہورہے ہیں وہ دشمنان دین ہی نہیں عقل و خرد سے بھی پیدل ہیں، ہر شاعر کی فکر اور اس کا تخیل رفعت وعظمت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے بیان میں عجز بیان کا شکار نظر آتا ہے اور مقام مصطفیٰ کے بیان میں اپنی بلندی فکر اور پرواز تخیل کی بے بسی کا اسے قدم بقدم احساس ہوتا ہے، یہاں تو ہر بیان عجز بیان کا نمونہ بن جاتا ہے پرواز تخیل میں حضرت راہی ضیائی بھی اسی بے بسی اور عجز بیانی کا اظہار کرتے ہیں۔ ؎

زمیں سے آسماں تک یا مکاں سے لامکاں تک ہے
خدا جانے مرے سرکار کی عظمت کہاں تک ہے

سرکار دوعالم کے حسن سراپا اور جمال جہاں آرا کے بیاں میں ہر عقیدت مند ونیاز مند نے نجوم وکہکشاں کی بارات سجائی ہے لیکن حضرت ام معبد نے رسول کونین ﷺ کے حسن وجمال کی جو تصویر کشی کی ہے اور جو خاکہ مرتب فرمایا ہے اس کے سامنے تو ہر بیان پھیکا پھیکا سا لگتا ہے، تاہم عقیدت مانتی کب ہے؟ حضرت راہی ضیائی نے بھی اس راہ میں عقیدت ونیاز مندی کے چراغ جلائے ہیں اور اجمال میں آپ ﷺ کے بوقلموں حسن و جمال کی تصویر کشی خوبصورت انداز میں کرکے گذر جاتے ہیں۔ ؎

جس پہ قربان ہے کائنات جمال
وہ حسیں داستاں یا نبی آپ ہیں

تیور بدلتے ہیں اور لب ولہجے کو نیا رنگ وآہنگ دیتے

ہیں تو پھر اس طرح کا مضمون نظم ہوتا ہے۔ ؎

تعالی اللہ حسن پائے ناز احمد مرسل
کہ اس کی ضوفشانی منزل ہفت آسماں تک ہے

"چراغ حرا" سرکار دوعالم ﷺ کے جمال جہاں آراء کا بیان بھی ہے اختیارات ومعجزات کا دیباچہ بھی اور شکست حال امت کا استغاثہ بھی۔ ؎

ہے روح پریشاں امت کی
ہر سمت گھٹا ہے ظلمت کی
اے نور خدا اے نورِ مبیں
اے عظمت کعبہ آجاؤ

شکستہ حال ہیں اب خیر امت کے لقب والے
خدا را کیجیے بندہ نوازی یارسول اللہ
نہ کردے مجھ کو خائف کفر کی یہ تیز وتند آندھی
اغثنی یارسول اللہ اغثنی یارسول اللہ

یوں تو سرکار دوعالم ﷺ کی محبت کے اسیر تمام مسلمان نظر آتے ہیں لیکن محبت کے اس دعوے پہ مالک کونین ﷺ نے اپنی مہر تصدیق ثبت فرمادی اور اسے اپنی غلامی میں قبول فرمالینے کے شرف سے نواز دیا تو یقیناً اس مومن کی غلامی کی معراج ہے اسی آرزو وتمنا کا اظہار حضرت راہی ضیائی بھی کرتے ہیں۔ ؎

کبھی راہی ضیائی کاش کہہ دیں سرورِ عالم
کہ ترے درد کا رشتہ ہمارے آستاں تک ہے

حضرت راہی ضیائی کی تڑپ، اضطراب اور بے چینی کا یہ تیور ملاحظہ کیجیے جس میں تمنا اور آرزوئیں مچل رہی ہیں۔ ؎

بس اک تبسم جاں بخش سے مرے آقا
نواز دیجئے راہی کو جانکنی کے قریب

یہ شعر بھی اضطراب کے اسی تیور میں ملاحظہ کیجیے۔ ؎

میں ڈوبتی سانسوں کو جاں بخش بنالوں گا
کونین کے آقا کا اے کاش نظارا ہو

"ڈوبتی سانسوں کو جاں بخش بنالینے" میں جو خوبصورت استعارہ ہے حضرت راہی کی نعتیہ شاعری کا خاص تیور اور انوکھا انداز ہے، یقیناً یہ مجموعۂ نعت اس دور کی نعتیہ شاعری کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گفتگو کرنے کی اہلیت اپنے اندر رکھتی ہے، کہیں کہیں کاتب کا تصرف بے جا کھٹکتا ہے ایک مقام پہ ہے۔ ؎

ہم مانگ وہ لائیں گے انوار مدینے سے
یہ ربط مسلسل ہے ایمان وعقیدے کا

حضرت راہی ضیائی کی زبان وبیان کی لطافت اور لب ولہجے کی جو پاکیزگی ہے اس سے یہ شعر میل نہیں کھاتا، والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ کی روشنی میں حضرت راہی ضیائی کا تخیل اور ان کی فکر بہت عمدہ اور نفیس مضمون بندی کے مرحلے سے گذرتی ہے۔ ؎

ضیائے چہرۂ زیبا سے ہے جمال سحر
کمال شمع شبستاں ہے گیسوؤں کا اثر

لیکن اس بے پناہ بلند فکر کے حامل خوبصورت شعر میں چہرۂ زیبا کی ترکیب گراں ہو جارہی ہے جب کہ یہاں اس امر کی بخوبی گنجائش تھی کہ ؎

ضیائے روئے منور سے ہے جمال سحر
کمال شمع شبستاں ہے گیسوؤں کا اثر

"چراغ حرا" یقیناً اپنے متن ومافیہ کے اعتبار سے نعتیہ شاعری کے گلشن میں ایک خوشگوار ہوا کا جھونکا محسوس ہوتا ہے، جس کے لمس سے ذہن وفکر اور قلب وروح میں ایک تازگی پیدا ہوجاتی ہے۔

■■■

ص ۵۸ رکا بقیہ..........................

اسی طرح علامہ سرخسی نے کتاب الولاء، کتاب الجہاد والسیر اور کتاب الاقرار وغیرہ کے اختتام پر بھی ایسی عبارتیں درج کی ہیں جو اُن کی اس مشقت اور حد درجہ استقامت کا منھ بولتا ثبوت ہیں، یہ کتاب اس وقت سے لے کر آج تک علمائے کرام اور فقہائے عظام کے درمیان مستند ومعتبر کتاب ہے، اس کتاب کو فقہ حنفی کا مستند ماخذ تسلیم کیا جاتا ہے، الٰہی! معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں بھی ان پاک باز علم دوستوں کا صدقہ عطا فرما، آمین۔

از: منظر محسن

علم دوستی اور تبحر علمی کا ایک نادر نمونہ

۳۰ رجلدوں پر مشتمل ''المبسوط'' کی سرگزشت!
جو ایک کنوئیں کے اندر رہ کر املا کرائی گئی

تاجکستان میں ایک خوب صورت شہر اُوزجَند کے نام سے ہے، یہ ماوراء النہر کے مردم خیز خطے فرغانہ کے صوبے میں واقع ہے، وہاں کے ایک ظالم حکمراں نے، ناجائز طریقے سے ایک باندی کے ساتھ شادی کرلی، شمس الائمہ محمد بن احمد ابوبکر سرخسی رحمہ اللہ سے اس بارے میں مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے صاف فرمادیا: جس نے بھی ایسا کیا ہے اس کا نکاح نہیں ہوا، اس نے حرام کیا۔

اپنے خلاف فتویٰ سن کر وہ ظالم حکمراں چراغ پا ہوگیا اور آپ کو ایک بند کنویں میں قید کرنے کا حکم سنادیا، چنانچہ آپ ایک تنگ کنویں کے اندر تقریباً دس سال تک قید رہے، جہاں چلنا پھرنا بھی ممکن نہیں تھا، آپ قید سے پہلے شہر کی ایک جامع مسجد میں درس دیا کرتے تھے، ظاہر ہے کہ آپ کے شاگردوں کو اس واقعے سے بڑا صدمہ پہنچا ہوگا، انہوں نے اپنے استاد سے درخواست کی کہ ہم روزانہ اس کنویں کے منہ پر آجایا کریں گے، آپ ہمیں جو کچھ پڑھانا چاہیں پڑھادیا کریں، اس طرح قید و بند کی وحشت کسی حد تک کم محسوس ہوگی اور ہم آپ کے فیض سے محروم بھی نہیں ہوں گے۔

شمس الائمہ امام سرخسی علیہ الرحمہ کی خواہش تھی کہ امام حاکم کی کتاب ''الکافی'' کی شرح لکھیں، لہٰذا انہوں نے اسی کنویں سے اپنی عظیم کتاب ''المبسوط'' املا کرانی شروع کی، تاریخ کا یہ منفرد شاہکار اوزجند کے ایک گم نام کنویں نما قید خانے میں اس طرح وجود میں آیا کہ تیس ضخیم جلدوں پر مشتمل یہ کتاب کنویں سے بول بول کر، کنویں کے منہ پر بیٹھے شاگردوں کو لکھوائی گئی۔

امام سرخسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کنویں سے جو املا کراتے تھے وہ خالص اپنی یاداشت کی بنیاد پر املا کراتے، کسی کتاب کی مدد انہیں حاصل نہ تھی، ان کے پاس کسی قسم کی کوئی ایسی سہولت نہیں تھی جس سے وہ اپنی اس عظیم کتاب کے سلسلے میں مدد لے سکیں، جن حضرات نے مبسوط سے استفادہ کیا ہے وہ اس کرامت کا صحیح اندازہ لگاسکتے ہیں کہ اس قدر تحقیقی کتاب جو بعد والوں کے لیے فقہ حنفی کا مستند ماخذ بن گئی، کس طرح پوری کتاب صرف حافظے سے لکھوائی گئی ہے، واقعی آپ کا حافظہ اور ضبط کمال کا تھا۔

ایک گڑھے میں بند ہونے کی حالت میں اس عظیم شخصیت پر کیا گزری ہوگی؟ اس کا اندازہ بھی ہمارے لیے مشکل ہے، خود انہوں نے ''مبسوط'' کی تالیف کے دوران مختلف ابواب کے آخر میں اپنی اس حالت کا بڑے پُر درد الفاظ میں ذکر فرمایا ہے، چنانچہ کتاب المناسک کے آخر میں فرماتے ہیں:

هَذَا آخِرُ شَرْحِ الْعِبَادَاتِ بِأَوْضَحِ الْمَعَانِي وَأَوْجَزِ الْعِبَارَاتِ أَمْلَاهُ الْمَحْبُوسُ عَنِ الْجُمَعِ وَالْجَمَاعَاتِ۔ یعنی یہ واضح ترین مضامین اور مختصر ترین عبارت میں عبادات کی شرح کا آخری حصہ ہے، جسے ایک ایسے شخص نے املا کرایا ہے جو اس طرح قید میں ہے کہ نہ جمعہ میں حاضر ہوسکتا ہے نہ جماعت سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ [المبسوط، ج ۳ر ص ۸۴۳]

پھر ساتویں جلد میں کتاب الطلاق کے ختم پر فرماتے ہیں:

هذا آخر شرح كتاب الطلاق بالموثرة من المعاني الدقاق املاه المحصور عن الانطلاق المبتلى بوحشة الفراق مصليا على صاحب البراق وآله و اصحابه اهل الخير والسباق صلاة تتصاعف وتدوم الى يوم التلاق كتبه العبد البرى من النفاق۔ یعنی یہ کتاب الطلاق کی شرح کا آخری حصہ ہے جس میں دقیق مضامین میں سے قابل ترجیح مسائل درج کیے گئے ہیں، اسے ایک ایسے شخص نے لکھوایا ہے جو اس طرح قید ہے کہ چل پھر نہیں سکتا اور عزیزوں، دوستوں سے جدائی کی وحشت میں مبتلا ہے، وہ صاحب براق اور آپ کے آل و اصحاب پر جو بھلائیوں میں ایک دوسرے سے بڑھ کر تھے، ایسا درود بھیجتا ہے جو قیامت کے دن تک دوگنا چوگنا رہے، اسے ایک ایسے بندہ نے لکھا ہے جو نفاق سے برأت کا اظہار کرتا ہے۔ [ج ۷ر ص ۱۰۷]

بقیہ ص ۵۷ ر پر

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2017-19
MAY 2018
PAGES 60 WITH COVER
PER COPY : ₹20.00
PER YEAR : 250.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।
2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इशाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।
3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597